

مکتبہ الفہم
www.kitaboSunnat.com

ہولے کے آہنی ٹونجے

www.KitaboSunnat.com

شیخ نیا احمد مدنی طیب پٹوری

استاذ جامعہ محمدیہ منہورہ مالیگاواں

مکتبہ الفہم
منونا ٹیچنگ اینڈ بکسٹور
پونہ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

■ کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔

■ مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔

■ دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس
پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

موت کے آہنی پتے

مصنف

نیاز احمد طیب پوری

مکتبہ الفہیم میونسپلٹی
مکتبہ الفہیم میونسپلٹی

© جملہ حقوق محفوظا ہیں

مکتبہ
الفہیم

نام کتاب : موت کے آہنی پنجے

نام مصنف : نیاز احمد طیب پوری

صفحات : 128

تعداد اشاعت : ایک ہزار ایک سو

سن اشاعت : فروری ۲۰۱۰ء

طالع و ناشر : مکتبۃ الفہیم میونناہر بھنجان

قیمت :

بالصتمام

شفیق الرحمن، عزیز الرحمن

مکتبۃ الفہیم میونناہر بھنجان

Maktaba Al- Faheem

1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road

Sadar Chowk Mau Nath Bhanjan (U.P)

Phone: 0547-2222013(S) Mob. No. 9236761926 / 9889123129



فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۰	عقیدے کا فساد	۵	اپنی بات
۳۱	گناہوں پر اصرار		فصل اول
۳۳	استقامت سے اعراض	۷	قیامت صغریٰ
۳۳	ایمان کی کمزوری	۸	برزخ
۳۶	حسن خاتمہ کی نشانیاں	۸	موت
۳۶	کیا انبیاء کی وفات ہوتی ہے؟	۱۲	موت کا آنا یقینی ہے
۳۸	انبیاء کو اختیار دیا جاتا ہے	۱۳	موت کا ایک وقت مقرر ہے
۳۹	روحوں کا آسمان کی طرف جانا	۱۵	موت کب آئے گی؟
۵۲	اللہ کہاں ہے؟	۱۷	موت کے وقت فرشتوں کا آنا
	فصل ثانی	۲۳	جانکنی کی پریشانی
۵۳	قبر اور اس کی ہولناکیاں	۲۵	موت کی تمنا ناجائز
۵۳	قبر کی تاریکی	۲۶	اگر دین خطرے میں ہو تو.....
۵۳	قبر دبائے گی	۲۷	شہادت کی تمنا جائز
۵۵	قبر کا امتحان	۲۷	مقدس شہر میں مرنے کی.....
۵۷	کیا کافر اپنی قبر میں آرمایا.....	۲۷	شہید کو تکلیف نہ ہوگی
۵۸	کیا غیر مکلف سے سوال ہوگا؟	۲۷	جانکنی کے وقت دنیا کی طرف.....
۵۹	قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں	۳۰	سوء خاتمہ کے اسباب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۰	اصلاح نفس میں یا موت کا.....	۶۴	رسول، معذبین کی آواز سنتے ہیں
۱۰۳	مرے ہوئے آدمی میں عبرت ہے	۶۵	قبر کے عذاب و ثواب کی کیفیت
	فصل رابع	۶۹	کیا مسلمان کو بھی قبر میں عذاب ہوگا؟
۱۰۷	روح	۷۰	عذاب قبر کی قسمیں
۱۰۷	روح اور نفس	۷۰	عذاب قبر کے اسباب
۱۰۸	روح کا اطلاق مختلف معانی پر.....	۷۱	پیشاب سے نہ بچنا اور چغلی کرنا
۱۱۲	کیا روح کی کوئی معلوم کیفیت ہے	۷۲	مال غنیمت میں خیانت کرنا
۱۱۳	روح، بدن سے مستقل ایک.....	۷۳	جھوٹ بولنا.....
۱۱۶	روح بدن میں کہاں رہتی ہے؟	۷۶	قرض کی وجہ سے روح کا قبر میں.....
۱۱۶	روح مخلوق ہے	۷۷	میت پر رونے سے عذاب ہوگا۔
۱۱۸	روح غیر مخلوق ہے شہادت اور.....	۷۹	عذاب قبر سے نجات دینے والی.....
۱۲۱	نفس کی قسمیں	۸۱	عذاب قبر اور فتنہ قبر سے پناہ مانگنا
۱۲۲	کیا نفس کی موت ہوتی ہے؟	۸۳	وہ لوگ جو عذاب قبر اور اس کی آزمائش...
۱۲۳	برزخ میں عذاب کس کو ہوگا؟		فصل ثالث
۱۲۴	روحوں کے ٹھکانے	۸۶	موت ایک عظیم ناصح
۱۲۵	روح اور بدن کے تعلقات	۸۶	موت کے بارے میں غور و فکر کرنا
۱۲۶	خاتمہ	۸۷	واعظین کی نصیحتوں کے نمونے
۱۲۷	مآخذ و مدارک	۹۲	موت کے سلسلہ میں چند اشعار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اپنی بات

الحمد لله الذى خلق الموت والحياة ليلبو الانسان ايهم احسن عملا، والصلاة والسلام على محمد المصطفى الذى بلغ الرسالة و ادى الامانة ونصح الامة و حذرهما من الزيف والضلال والبدعة والخرافات، وامرهم بذكر هاذم اللذات. وبعد

اس دنيا میں جو پیدا ہوا ہے وہ مر جائے گا، ہر جاندار کو موت کا کڑوا جام پینا ہے، اس سے کسی کو نجات نہیں، موت ایک اٹل حقیقت ہے اس سے کسی کو انکار نہیں، اقرار کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ غفلت کی چادر اوڑھے خواب خرگوش میں مست ہیں، آخرت کے لئے فکر نہیں کرتے، دنیا کمانے کے تعلق سے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے ہیں، لیکن وہ اعمال اور وہ نیکیاں جو قبر کو روشن کریں گی، منکر و نکیر کے سوال کا جواب دینے کا حوصلہ دس گی، آخرت کی مشکل گھڑیوں میں کام آئیں گی، پل صراط پر سہارا دیں گی، ان کے کرنے میں لوگ غفلت اور کوتاہی برتتے ہیں۔ من میں آیا تو نماز پڑھ لی ورنہ بقایا، نمازوں سے غفلت ایک عام سی بات ہو گئی ہے۔ اور تم یہ ہے کہ اس پر لوگ بہت کم نکیر کرتے ہیں۔ سماج میں مختلف قسم کی برائیوں نے مضبوط جگہ بنالی ہے اور یہ روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں، زنا، شراب، بے پردگی، سود خوری، رشوت، بے ایمانی، خیانت، دغا بازی، مکاری، دھوکہ دہڑی، بے وفائی، وعدہ خلافی وغیرہ بہت عام ہو گئی ہیں، خیانت کا یہ حال ہو گیا ہے کہ مسجد کی مالیت کو اڑانے یا ہتھیانے میں لوگ جھجک محسوس نہیں کرتے ان کے علاوہ دوسرے گناہ کبیرہ و صغیرہ کا لوگ کثرت سے ارتکاب کر رہے ہیں۔

اگر آدمی کو مجاہد کا خوف اور اس بات کا ڈر ہو کہ کوئی حاکم اس کی بے راہ روی اور بے اعتدالی کو دیکھ رہا ہے، اس پر زبردست گرفت کرے گا تو وہ قانون کی خلاف ورزی نہیں کرے گا، اسی طرح اگر یہ بات ہر دم ذہن میں تازہ رہے کہ موت تیزی کے ساتھ ہمارے پیچھے دوڑ رہی ہے رات اور دن ہماری زندگی کی گھڑیوں کو ختم کر رہے ہیں اور موت کسی نہ کسی دن اپنے اسی بیٹوں میں جکڑ لے گی اور زمین کے پینٹ میں جانے کے بعد اس کی پیٹھ پر کئے گئے کاموں کا حساب دینا ہوگا، تو ایسا شخص گناہوں سے اپنا دامن آلودہ نہیں کرے گا۔ سکرات الموت، قبر کی تاریکی، قبرستان کی وحشت، میدان محشر کی پریشانیاں، حساب و کتاب، پل صراط سے گزرتا، اور جہنم کے بھڑکتے

ہوئے شعلوں کا تصور غلط کام کے لئے بڑھتے ہوئے قدم کو روک دے گا۔ زبان لنگ ہو جائے گی، اور حرام ارادوں اور خیالوں کو دل ہی میں دفن کر دے گا۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے قبرستان کی زیارت کا حکم دیا ہے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے میں نے ۱۹۹ء میں ”قیامت صغریٰ“ کا قسط وار سلسلہ شروع کیا تھا اس کی سترہ قسطیں پندرہ روزہ اخبار ”اسلاف“ (مالیگاؤں مہاراشٹر) میں شائع ہوئی تھیں۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا تھا کہ اسلاف کے قارئین اسے پسند کرتے ہیں، اس سے مجھے کافی خوشی ہوئی تھی اور حوصلے بلند۔ اس سلسلے کی آخری کڑی روح تھی لیکن میں بعض اسباب کی بنا پر تسلسل برقرار نہ رکھ سکا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کو قائمہ پہنچائے اور سوئے ہوئے غافل لوگوں کو بیدار کر دے۔ اسے تیار کرنے اور شائع کرنے میں جس کسی نے بھی تعاون کیا ہے اللہ اس کو جزائے خیر دے اور اسے دارین کے فوز و فلاح سے نوازے۔ (آمین)

اس کی ساری قسطوں کو عزیزیم حافظ نسیم احمد بن نذیر احمد خٹک نگر می نے اکٹھا کر کے اس کی تمییز کی ہے۔ اللہ ان کو اجر جزیل عطا کرے اور علم و عمل میں برکت دے۔ آمین
اس کتاب کو تیار کرنے میں میں نے سیدھے اور بالواسطہ بہت سے مصادر اور مراجع سے استفادہ کیا ہے جن کی فہرست آخر میں دیدی گئی ہے۔

میں نے ڈاکٹر عمر سلیمان اشقر کی مایہ ناز کتاب ”القیامۃ الصغریٰ“ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، اور اسی کو زمین بنایا ہے یہاں تک کہ فصول اور ذیلی عناوین کی ترتیب اسی سے مستفاد ہیں۔

(واللہ الموفق)

نیازا احمد عبدالحمید طیب پوری

۱۹۹۹/۳/۲ء



فصل اول

قیامت صغریٰ

موت ہی کو قیامت صغریٰ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد ہر آدمی کی قیامت شروع ہو جائے گی۔ نبی ﷺ کے پاس اعرابی اور دیہاتی آتے تھے اور قیامت کے متعلق پوچھتے تھے، آپ ان میں سب سے چھوٹے کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہا تو اس کو بڑھا پانہ آئے گا یہاں تک کہ تمہاری قیامت قائم ہو جائے گی یعنی موت آ جائے گی۔ (فتح الباری: ابن حجر ۱۱/۳۶۱)

ابن کثیرؒ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ان کے زمانے کی انتہا اور عالم آخرت میں داخل ہونا ہے۔ ہر وہ شخص جو فوت ہو گیا وہ آخرت کے حکم میں داخل ہو گیا۔ اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ”من مات فقد قامت قیامتہ“ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی تو مذکورہ معنی کے اعتبار سے یہ عبارت صحیح ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ: ابن کثیر دمشقی ۲۴/۱)

ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ فلاسفہ کا قول ہے اور اس سے وہ غلط معنی اخذ کرتے ہیں۔ لحدین کا کہنا ہے کہ موت ہی قیامت ہے اس کے بعد کوئی قیامت نہ ہوگی۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں ”یہ بعض لحدین کی رائے ہے، اس سے وہ ایک باطل معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں“۔

قیامت کبریٰ ازل سے ابد تک کی ساری مخلوق کا ایک سرزمین میں اکٹھا ہونے کا نام ہے۔ اس کے آنے کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ: ابن کثیر دمشقی ۲۴/۱)

قیامت صغریٰ کو معاد اول بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ جو یہ کہتے ہیں کہ

موت بعث اول اور معاد اول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لئے دو معاد اور دو بعث بنائی ہے، ان دونوں میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے گا بعث اول بدن سے روح کا جدا ہونا ہے اور اس کا ٹھکانہ جزاء اول یعنی قبر کا گھر ہے۔
(الروح ابن قیم جوزیہ/۱۰۳)

برزخ

دو چیزوں کے درمیان آڑ کرنے والی چیز کو برزخ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا﴾ (الفرقان: ۵۳)
اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک آڑ بنایا ہے۔
شریعت کی زبان میں برزخ موت کے بعد سے قیامت کے قائم ہونے تک کے وقفے کو کہتے ہیں۔
(لسان العرب: ابن منظور ۸/۳)
اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ وَّرَانِهِمْ بَرْزَخٍ اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ﴾ (المؤمنون: ۱۰۰)
اور ان کے پیچھے برزخ ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔
مجاہد کہتے ہیں ”برزخ موت اور بعثت کے بیچ کی مدت کو کہتے ہیں۔
شعسی سے کہا گیا کہ فلاں مر گئے تو انھوں نے کہا کہ وہ نہ تو دار دنیا میں ہے اور نہ دار آخرت میں۔
(تذکرہ طبری/۱۷۷)

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ قبر کا عذاب و ثواب برزخ کے عذاب و ثواب کا نام ہے اور یہ دنیا و آخرت کے بیچ کی مدت ہے۔

موت

زندگی اور موت ایک دوسرے کے ایسے ہی ضد ہیں جیسے روشنی اور تاریکی، سردی اور گرمی، عربی میں بولا جاتا ہے الموت و الموتان ضد الحیاة موت



حیات کی ضد ہے۔

موت کا اصلی معنی ہے کسی چیز کا پرسکون اور بنا حرکت والا ہو جانا، جب کوئی چیز پرسکون ہو جاتی ہے تو کہا جاتا ہے مات۔

الموت السكون وكل ما سكن فقد مات

بولا جاتا ہے: ماتت النار موتا برد رما دها فلم يبق من الجمر شيء۔ آگ بجھ گئی اور انگارے میں سے کوئی چیز باقی نہ رہی ماتت الريح ای رکدت و سکنت ہوا رک گئی۔

ازہری لیث سے نقل کرتے ہیں کہ موت اللہ کی مخلوق ہے اور حیات کی ضد۔ الموات موت ہی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

الْمَيِّتُ وَالْمَيِّتُ دُونُوهُمْ مَعْنَى هُنَّ وَأُورِدُونُوهَا كَالِاسْتِعْمَالِ قُرْآنٍ فِيهِ هُوَ هُوَ۔

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (الزمر: ۳۰)

بلاشبہ تم کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔

﴿لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ (الفرقان: ۴۹)

تا کہ اس کے ذریعہ سے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں۔

مہت کا اطلاق کئی معنی پر ہوتا ہے۔

۱۔ حیوانات اور نباتات میں قوت نامیہ کے مقابلہ میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿فَانظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾

(الروم: ۵۰)

تم رحمت الہی کے آثار دیکھو کہ زمین کی موت کے بعد کس طرح اللہ تعالیٰ

اس کو زندہ کر دیتا ہے۔

۲۔ قوت احساس کا ختم ہو جانا۔ ﴿يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا﴾ (مریم: ۲۳۱)

کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی۔

۳۔ قوت عاقلہ کا ختم ہو جانا اور یہ جہالت ہے ﴿أَوْ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ﴾ (الانعام: ۱۲۲) بھلا جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا۔

﴿إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى﴾ (نمل: ۸۰) تم مردوں کو سنا نہیں سکتے۔

۴۔ غم اور زندگی کو کھردر کر دینے والی چیز: ﴿وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ

مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ﴾ (ابراہیم: ۱۷)

اور ہر طرف سے اسے موت آرہی ہوگی لیکن وہ مرنے والا نہیں۔

۵۔ سونا ﴿وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ (الزمر: ۴۲)

اور سونے کی حالت میں جن کی موت نہیں آئی۔

کہا جاتا ہے المنام الموت الخفيف، و الموت النوم الثقيل نیند ہلکی موت ہے اور موت ابدی نیند کا سونا ہے۔

استعارہ کے طور پر مشکل حالات اور کٹھن گھڑیوں کے لئے بھی موت کا

استعمال ہوتا ہے جیسے فقر، ذلت، سوال، بڑھاپا، مصیبت وغیرہ۔

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے ”اللبن لا يموت - دودھ مرتا نہیں“ ان کی مراد

یہ ہے کہ اگر بچہ کسی مردہ عورت کا دودھ پی لے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی، اس کا

ایک معنی یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اگر چھاتی سے دودھ نکال لیا جائے اور بچے کو پلا دیا

جائے تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ چھاتی سے نکل جانے کی وجہ سے

اس کا حکم نہیں بدلے گا۔

الموتان اور الموات اس زمین کو کہتے ہیں جو غیر آباد ہو، اس کا کوئی مالک

نہ ہو اور اس کی کاشت نہ کی جاتی ہو۔

اسی سے متموات ہے، ریاکار عبادت گزار کے اوصاف میں اسے بولا



جاتا ہے۔ ابن مبارک کا کہنا ہے المتماوتون المراءون بہ تکلف اپنے کو پڑ مردہ ظاہر کرنے والے ریاکار ہیں۔

ابوسلمہ کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ مردوں کے مانند نہیں تھے۔

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو سر جھکائے ہوئے دیکھا، آپ نے کہا سر اوپر کر اسلام مریض اور بیمار نہیں ہے۔ اسی طرح ایک پڑ مردہ اور ڈھیلے ڈھالے آدمی کو دیکھا تو کہا ”لا تمت علينا ديننا“ ہمارے دین کو مردہ نہ کر۔ (۱)

حضرت عائشہؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو لگتا تھا کہ مارے خوف اور ہشت کے مر جائے گا۔ انھوں نے پوچھا ان کو کیا ہوا؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ قاری ہیں، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ سید القراء تھے لیکن جب وہ چلتے تھے تو تیز چلتے تھے اور جب بولتے تھے تو تیز بولتے تھے اور جب مارتے تھے تو چوٹ پہنچاتے تھے۔

لسان العرب میں ہے ”الحي كل متكلم ناطق والحي من النبات ما كان طريا يهتز“ ہر بولنے والے کو حی کہتے ہیں، نباتات میں (زندہ) اس کو کہتے ہیں جو سر سبز و شاداب ہو اور لہلہا رہی ہو۔

انسانی زندگی اس وقت متحقق ہوتی ہے جب فرشتہ آتا ہے اور ماں کے پیٹ میں پلنے والے بچے کے اندر روح پھونکتا ہے، موت جسم اور جان کے تعلق کے ختم ہو جانے اور ایک حال سے دوسرے اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل

(۱) مدرسوں میں انھیں لڑکوں کو سب سے زیادہ شریف اور لائق و فائق سمجھا جاتا ہے جو بجا ہوا، ڈھیلا ڈھالا، زرد چہرے والا، بے نور آنکھوں والا، صوفی منش اور پڑ مردہ خاطر ہوا، ان کے مقابلے میں وہ لڑکے جو تیز و طرار اور چاق و چوبند ہوتے ہیں اور کھیل کود میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں تو ان کو شاطر اور بد معاش تصور کیا جاتا ہے۔ المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف وفی کل خیر یہ سچ ہے کہ بد معاشی کوئی بھی کر سکتا ہے لیکن میں نے طالب علمی اور تدریس دور میں صوفی منش بگلا بھگت طلبہ ہی کو سب سے زیادہ خطرناک پایا ہے۔

ہو جانے کو کہتے ہیں۔ (۲)

موت کا آنا یقینی ہے

موت ضرور آئے گی کسی بھی ذی روح کو اس سے نجات نہیں، آدمی پیدا ہوا ہے تو اس کے لئے فنا لازم ہے۔

آیات ذیل سے اس کی وضاحت ہوتی ہے اسے غور سے پڑھیں، عبرت پکڑیں اور دل کے نہاں خانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ مرنے کے بعد والی زندگی کے لئے ان کے پاس اعمال صالحہ کا توشہ کتنا ہے؟

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَئِىَّ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (التقص: ۸۸)
اللہ کی ذات پاک کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ
وَالْإِكْرَامِ﴾ (الرحمن: ۲۶-۲۷)

زمین پر جو مخلوق ہے سب کو فنا ہے اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات جو صاحب جلال و حکمت ہے باقی رہے گی۔

سورہ آل عمران میں فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
فَمَنْ زُحْرِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ
الْعُرُورِ﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

(۲) اللہ کے علاوہ آٹھ چیزیں ایسی ہیں جن کو فنا نہیں۔ جنت، جہنم، عرش، کرسی، لوح، قلم، روح، عجب الغیب۔ علامہ سیوطی نے ان کو اس طرح نظم کیا ہے۔

ثمانية حكم البقاء، يعمها
من الخلق والباقون في حيز العدم
هي العرش والكرسي ونار وجنة
وعجب وارواح كذا اللوح والقلم
عجب الغيب ريدها كآخرى يهوى كوكبته
من الخلق والباقون في حيز العدم
هي العرش والكرسي ونار وجنة
وعجب وارواح كذا اللوح والقلم
عجب الغيب ريدها كآخرى يهوى كوكبته
من الخلق والباقون في حيز العدم
هي العرش والكرسي ونار وجنة
وعجب وارواح كذا اللوح والقلم
عجب الغيب ريدها كآخرى يهوى كوكبته

(نواب صدیق حسن خاں ۳۰/۱)

ہر سانس لینے والے کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور جنت میں ڈالا گیا تو وہ کامیاب و کامراں ہو اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔ اگر کوئی موت سے چھٹکارا پاتا تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پاتے لیکن آپ

سے بھی صاف طور پر کہہ دیا گیا ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (الزمر: ۳۰) تم بھی مر جاؤ گے اور یہ لوگ بھی مر جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر وضاحت کر دی ہے کہ اس دنیا میں جتنے لوگ پیدا ہوئے انھیں موت کا تلخ جام پینا پڑا، اور جو پیدا ہوں گے وہ سب پوند خاک ہو جائیں گے، قدیم و جدید میں سے کسی کی زندگی کو دوام نہیں

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مَّنتَ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾

(انعام: ۳۳)

ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو دوام اور بیستگی نہیں بخشی اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ ہمیشہ باقی رہیں گے۔

انسانوں کی طرح جناتوں کو بھی موت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ان کے یہاں جس طرح تو والد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے اسی طرح یہ مرتے اور فنا بھی ہوتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی اس دعا سے مذکورہ بات کی توثیق ہوتی ہے:

أعوذ بعزتك الذي لا اله الا انت الذي لا يموت والانس والجن يموتون
(فتح الباری ابن حجر ۳۲۸/۱ (نسخہ دارابی حیان)

میں پناہ مانگتا ہوں تیری عزت و جلال کے ذریعہ تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں جسے موت نہیں آئے گی اور انسان و جنات مرتے ہیں۔

موت کا ایک وقت مقرر ہے

موت کا ایک وقت معین ہے اس میں تقدیم و تاخیر نہ ہوگی، معینہ وقت میں کوئی مخلوق کمی بیشی نہیں کر سکتی، لوگوں کی معینہ مدت لوح محفوظ میں قلم بند کی جا چکی ہے، اسے فرشتوں نے اسی وقت لکھ دیا ہے جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا۔

موت کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں اس لئے جو قتل کیا جاتا ہے یا ڈوب کر، پیڑ سے گر کر، چھت سے لڑھک کر، جل کر یا چکل کر فوت ہوتا ہے تو وہ اپنی مقررہ مدت ہی پر مرتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا ہے، اس کی وضاحت قرآن میں ان الفاظ میں آئی ہے۔

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ﴾ (النساء: ۷۸)
تم کہیں بھی رہو موت تمہیں آ کر رہے گی چاہے بڑے بڑے مضبوط محلوں میں رہو۔

نیز فرمایا:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ (الاعراف: ۳۳)

ہر امت کے لئے موت کا ایک وقت مقرر ہے جب موت کا وقت آ جائے گا تو نہ ایک گھڑی دیر کر سکیں گے اور نہ جلدی۔

سورہ جمعہ میں فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ﴾ (جمہ: ۸)
کہہ دو موت جس سے تم بھاگ رہے ہو وہ تم سے مل کر رہے گی۔

اسی طرح فرمایا:

﴿فَنَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ﴾ (الواقعة: ۶۰)

ہم نے تمہارے لئے مرنا مقدر کر دیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ایک بیوی

نے یہ دعا مانگی:

”اللهم أمتعني بزوجي رسول الله وبأبي سفيان وباخي معاوية قال فقال النبي ﷺ لقد سألت الله لآجال مضروبة وایام معدودة وارزاق مقسومة لن يعجل شئ قبل اجله ولن يواخر الله شيئاً بعد اجله ولو كنت سألت الله ان يعيدك من عذاب النار وعذاب القبر كان خيراً وافضل (الصحيح: سلم بن حجاج ۲۰۵۱/۳ (نسخہ محفوظ))

اے اللہ! مجھے میرے شوہر نبی ﷺ میرے والد ابوسفیان اور بھائی معاویہ سے فائدہ پہنچا (اور ان سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں) مہربانی اگر ﷺ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے معین مدت، گئے ہوئے دن اور تقسیم شدہ روزی کے بارے میں سوال کیا ہے معین وقت سے پہلے کوئی چیز نہ آئے گی اور وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کسی چیز کو موخر نہیں کرے گا، اگر تو اللہ سے اس بات کی پناہ مانگتی کہ وہ تم کو عذاب نار اور عذاب قبر سے پناہ دے تو یہ بات زیادہ بہتر ہوتی۔

موت کب آئے گی

بندوں میں سے کسی کو اس بات کا علم نہیں کہ اس کی موت کہاں اور کب آئے گی؟ اسی طرح وہ یہ تفصیل کسی دوسرے آدمی کے بارے میں بھی نہیں بتا سکتا، اگر کوئی بتانے کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب اور جھوٹا ہے۔ اس کا تعلق غیب سے ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الانعام: ۵۹) اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

سورہ لقمان میں فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ

عَلَيْمٌ خَبِيرٌ ﴿﴾ (لقمان: ۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل کرتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا، نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا، اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبر والا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مفاتيح الغيب خمس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وماتدرى نفس ما ذا تكسب غدا وما تدرى نفس باى ارض تموت ان الله عليم خبير

(فتح الباری ابن جریر عسقلانی ۸/۲۹۱)

غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جن کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، قیامت آنے کے وقت کا علم اللہ کو ہے، اللہ پانی برساتا ہے، شکم مادر میں کیا ہے؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے، کسی کو یہ خبر نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا؟ اور کسی کو یہ علم نہیں کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا؟ اللہ علیم وخبیر ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا اراد الله قبض روح عبد بارض جعل له فيها او قال بها حاجة

(المسند امام احمد بن حنبل ۳/۴۲۹)

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی روح کو کسی سرزمین میں قبض کرنا چاہتا ہے تو اس سرزمین میں اس کے لئے ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی محفل جمی تھی، انسانوں اور جناتوں کی بڑی تعداد بیٹھی تھی، انسانوں میں سے ایک آدمی کو ایک دوسرا آدمی بڑی تیزی سے



گھورر ہاتھا، اور یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا، جب مجلس برخواست ہوئی تو اس آدمی نے حضرت سلیمان سے پوچھا کہ وہ کون تھا جو ہم کو گھورر ہاتھا، حضرت سلیمان نے بتایا کہ وہ ملک الموت تھے، یہ سن کر وہ گھبرا گیا اور کہا کہ تب وہ ہماری روح نکال لیں گے حضرت سلیمان سے کہا آپ مجھے ہندوستان بھیج دیجئے تاکہ کافی دور ہو جاؤں جب اس نے بہت اصرار کیا تو جناتوں کے ذریعہ بھیجا دیا، دوسرے دن محفل میں پھر وہی آدمی آیا تو حضرت سلیمان نے پوچھا کل اس کو کیوں گھور رہے تھے تو اس نے کہا کہ اللہ نے حکم دیا تھا کہ کل اس کی روح نکالنی ہے اور ہندوستان میں، اس لئے میں پریشان تھا کہ یہ یہاں ہے تو ہندوستان میں کیسے اس کی روح نکالوں گا اور میں آج اس کی روح نکال آیا۔

موت کے وقت فرشتوں کا آنا

جب آدمی کی عمر مستعار پوری ہو جائے گی اور زندگی کا چراغ گل ہونے لگے گا تو اس وقت اسے بہت زیادہ تکلیف ہوگی، فرشتے آئیں گے اور دوڑتے بیٹھ جائیں گے، جاننی کے عالم میں بتلا آدمی ان کو دیکھے گا اسی لئے اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں۔ ملک الموت آئیں گے اور بدن کو حرارت اور حرکت و نشاط دینے والی روح کو کھینچ لیں گے، اس کے بعد مٹی کا بدن مٹی میں مل جائے گا۔ وہ حسین بدن جس پر کبھی بیوی فریفتہ تھی اور ہزار جان قربان کرتی تھی، اب اس کے نزدیک بھی اس کی کوئی قیمت نہ ہوگی۔ حسین و جمیل، زہرہ جبین اور ماہ رویوی جسے دیکھ کر شوہر کو قرار آتا تھا اور اپنی خوش بختی پر نازاں و فرحاں تھا، وہ بھی اس کے خاموش ہو جانے کے بعد اسے قبر کے عمیق گڈھے میں دبا دینے ہی میں عافیت محسوس کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک ماں بھی اپنے نور نظر اور لخت جگر کی لاش کو دیر تک نہ روک سکے گی۔

بقول شاعر:

تیرے ماں باپ تیری بہن و بھائی
تجھ کو پل بھر میں ملا دیں گے، سمجھتا کیا ہے
تیرے مرنے سے ہے یہ بوجھ سبھی پر بھاری
جلدی لے جاؤ اب اس ڈھیر میں رکھا کیا ہے
تیرے احباب تیرے دوست و اقارب تیرے
تجھ کو مٹی میں ملا دیں گے، سمجھتا کیا ہے

ذیل کی آیت اس بات پر صاف روشنی ڈال رہی ہے کہ جانکنی کے وقت

فرشتے آتے ہیں اور قریب المرگ آدمی کے پاس بیٹھ جاتے ہیں:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾ (الانعام: ۶۱)

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان اور نگران فرشتے بھیجتا ہے

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آ جاتا ہے تو ہمارے فرشتے
اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔

مومن کے پاس حسین و جمیل قسم کے فرشتے آئیں گے اور اسے بشارت

دیں گے، اس سے اس کو کسی حد تک تسلی ہوگی، اس کے برعکس کافر، فاسق اور گنہگار کی

حالت بڑی خراب ہوگی، اس کے پاس بھیانک اور ڈراؤنی شکل والے فرشتے آئیں

گے جن کو دیکھ کر یہ گھبرا جائے گا۔ اس کی منظر کشی نبی اکرم ﷺ نے اس انداز میں کی

ہے۔ راوی حضرت براء بن عازبؓ ہیں حدیث پاک کا ترجمہ یہ ہے

”مومن بندے کا جب آخری وقت ہوتا ہے اور دنیا چھوڑ کر آخرت کی

طرف کوچ کرتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے اترتے ہیں، ان کے چہرے

سفید ہوتے ہیں یہ اتنے اجلے اور خوبصورت ہوتے ہیں جیسے سورج کے ٹکڑے، ان

کے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبوؤں میں سے خوشبو، یہ سب آ کر تاحدنگاہ بیٹھ جائیں گے، پھر ملک الموت علیہ السلام آئیں گے اور آدمی کے سر ہانے بیٹھ جائیں گے اور کہیں گے اے پاک روح اللہ کی مغفرت اور رضا مندی کی طرف نکل، کہتے ہیں اس کی روح اتنی آسانی سے نکل جائے گی جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہتا ہے، پھر اس کو لے جائیں گے۔ اور کافر بندے کا جب آخری وقت آتا ہے اور دنیا چھوڑ کر آخرت کی طرف کوچ کرتا ہے تو آسمان سے فرشتے اتریں گے، کالے، موٹے، بھدے، بد صورت کریمہ المنظر، ان کے پاس جہنم کا اونی ٹاٹ رہے گا، سب آ کر اس کے پاس تاحدنگاہ بیٹھ جائیں گے اور کہیں گے اے خبیث روح! اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل، اور اس کی روح بدن کے گوشے گوشے میں بھاگے گی، اس کے بدن سے جان ایسے کھینچ لی جائے گی جیسے کئی منہ والا لوبا بھیکے ہوئے اون سے کھینچا جاتا ہے پاداش میں اس کی رگیں اور پٹھے کٹ جائیں گے۔ (لیکن اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا)

جانکی کے عالم میں آدمی پر کیا تیتی ہے، کیسی تکلیفوں سے دوچار ہوتا ہے، اندر ہی اندر کیسے کیسے شکست و ریخت ہوتے ہیں، باہر اسے کوئی محسوس نہیں کر سکتا، البتہ اس کے بعض آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ دل کا آئینہ ہوتا ہے، دل پر گزرنے والی حالت اور کیفیت کا عکس اور جھلک دکھا دیتا ہے۔ قرآن پاک کے الفاظ میں:

﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ﴾ (الواتق: ۸۳، ۸۵)

بھلا جب روح گلے میں آ پہنچی اور تم اس وقت کی حالت کو دیکھتے، ہم تم سے زیادہ قریب ہیں اس سے، لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔

نیز فرمایا:

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفِرُّونَ﴾ (الانعام: ۶۱)
یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آئے گی تو ہمارے فرشتے اس کی
روح قبض کر لیں گے اور کسی طرح کی کوتاہی نہ کریں گے۔

﴿كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ الشَّرَاقِيَ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقِ
وَالْتَفَتِ السَّاقِ بِالسَّاقِ إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقِ﴾ (تیس: ۲۶-۳۰)

دیکھو جب جان گلے تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا کہ کون ہے جھاڑ
پھونک کرنے والا، اور جاں بلب مریض سمجھ لے گا کہ اب سب سے جدائی کا وقت
آچکا ہے اور پنڈلی سے پنڈلی مل جائے گی اس دن تم کو اپنے رب کی طرف چلنا ہے۔
پچھلی حدیث میں گزرا کہ ملک الموت مومن کو اللہ کی مغفرت اور خوشنودی
کی بشارت دیں گے اور کافر کو اس کے غیظ و غضب اور ناراضگی سے ڈرائیں گے۔

سورہ فصلت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الْبَشِيرَ وَالنَّازِحَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ
أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ
أُولِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَىٰ أَنفُسُكُمْ
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غُفُورٍ رَّحِيمٍ﴾ (الم سجدہ: ۲۰-۲۲)

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر جبر ہے، ان کے
اوپر فرشتے اتریں گے اور انہیں تسلی دیں گے کہ ڈرو نہیں اور نہ ہی غم کرو، تم اس جنت کی
بشارت قبول کرو، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم دنیا میں تمہارے دوست تھے اور
آخرت میں بھی، جنت میں تمہیں وہ ساری چیزیں ملیں گی جو تمہارا جی چاہے گا، اور جن
چیزوں کا مطالبہ ہوگا سب حاضر رہے گا۔ یہ بخشنے والے اور رحم کرنے والے کی جانب

سے مہمان داری ہے۔

مجاہد اور سدی وغیرہ کا کہنا ہے کہ فرشتوں کا نزول جانکنی کے عالم میں ہوگا، اس میں کوئی شک نہیں کہ اختصار (جانکنی) کی حالت میں آدمی بڑی پریشانی کے عالم میں ہوتا ہے اور آنے والی زندگی کے بارے میں حیران و ششدر، اسی طرح اپنے پیچھے جن کو چھوڑ کر جا رہا ہے ان کے سلسلہ میں بھی فکر دامن گیر ہوتی ہے، لیکن فرشتے آتے ہیں اور تسلی دیتے ہیں اور اس کے دل کو مطمئن کرتے ہیں کہ آنے والی زندگی کے بارے میں اندیشہ نہ کرو، اسی طرح اپنے پیچھے جو آل و اولاد اور قرض وغیرہ چھوڑ کر جا رہے ہو، اس پر غم نہ کرنا اور فرشتے بہت بڑی کامیابی اور کامرانی کی بشارت دیں گے۔

﴿وَأَبَشِّرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ توعَدُونَ﴾ (حم السجدة: ۳۰)

اور اس بہشت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُىْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ﴾ (حم السجدة: ۳۱)

اور وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی۔

اسی طرح فرمایا:

﴿نَحْنُ اَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ (حم السجدة: ۳۱)

ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی۔

کافروں کے پاس آنے والے فرشتے خوفناک اور بھدی شکل میں ہوں گے انھیں دیکھ کر یہ تھرا اٹھیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَرَفَاھُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ ظٰلِمِيْ اَنْفُسِھُمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضَعِفِيْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسْعٰةً

فَتَهَا جَرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَا وَاهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَ لِمَصِيرِ أَكْ (النساء: ۹۷)
 جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں کمزور تھے، فرشتے کہیں گے کیا اللہ کی سرزمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ بہت بری جگہ ہے۔

اس آیت کے نزول کے سلسلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک جماعت اسلام لائی لیکن انھوں نے ہجرت نہ کی اور اسی حالت میں ان کی وفات ہو گئی یا دشمنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے فوت ہو گئے، فرشتوں نے ان کی روح کھینچتے ہوئے دھمکایا اور انھیں جہنم کی بشارت دی۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بشارت اچھی چیز کی دی جاتی ہے بری کی نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی تعبیر بطور استحضار استعمال کی جاتی ہے کہ جب دنیا کی زندگی میں بے لگام رہے، قرآن و حدیث کے احکام کی پاسداری نہ کی، تو اب آخرت میں دکھ کی مار جھیلو۔

معرکہ بدر میں کفار کی روح قبض کرنے کی کیفیت اور حالت اللہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأُذْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ذَلِكُمْ بِمَا قَدَّمْتُمْ أُيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾ (الانفال: ۵۰، ۵۱)

اور کاش تم اس وقت کی کیفیت دیکھو جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں، ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جلانے والے عذاب کا مزہ چکھو، یہ ان اعمال کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور اللہ بندوں

پر ظلم نہیں کرتا۔

یہ آیت اگرچہ بدر میں مارے جانے والے کافروں کے سلسلہ میں اتری ہے لیکن موت کے وقت ہر کافر کی یہی حالت اور کیفیت ہوتی ہے۔
خلاصہ یہ کہ جانکنی کے وقت فرشتے آتے ہیں، اور کافروں کو جھڑکتے ہیں۔
ہر آدمی کو اس منزل سے گذرنا ہے اس لئے اس کٹھن اور شدید گھڑی کے لئے تیاری کرنی چاہئے۔

جانکنی کی پریشانی

جانکنی کے وقت آدمی کو بے پناہ تکلیف ہوتی ہے اس کا اندازہ آدمی کی اس پریشانی سے لگایا جاسکتا ہے جس سے وہ دوچار ہوتا ہے۔ سورہ "ق" میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ﴾ (ق: ۱۹)
اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہوگئی (اے انسان یہی وہ حالت ہے) جس سے تو بھاگتا تھا۔

سکرات، جانکنی اور احتضار کے وقت کے درو اور پریشانی کو کہتے ہیں، عام طور سے سکر کا استعمال نشہ آور اشیاء کے لئے ہوتا ہے۔ غضب، عشق، تکلیف، نیند اور درد کی وجہ سے پیدا ہونے والی غشی اور بے ہوشی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور یہی آخری معنی یہاں مقصود ہے۔ (فتح الباری: ابن حجر ۳۶۲/۱)

ہر آدمی کو اس مرحلے سے گزرنا ہے اور اس پریشانی کو جھیلنا ہے، نبی اکرم ﷺ کو بھی کافی تکلیف ہوئی تھی۔ آپ کے سامنے پانی کا برتن رکھا ہوا تھا آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے تھے پھر اپنے چہرہ مبارک پر ملتے تھے اور فرماتے تھے:

لا اله الا الله ان للموت سكرات (فتح الباری: ابن حجر ۳۶۲/۱)

اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں موت میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت برائہؓ کی حدیث میں ہے:

”فاجر اور کافر کی روح بدن کے گوشے گوشے میں بھاگتی ہے جب ملک الموت اس سے کہتے ہیں اے غضبناک روح! اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل، اور اس کی روح ایسے نکالی جاتی ہے جیسے بھیکے ہوئے اون سے کئی منہ والا لوہا کھینچا جاتا ہے، اس سے اس کے پٹھے اور رگیں کٹ جاتی ہیں قرآن نے کافروں کی سکرات کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمْرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ (الانعام: ۹۳)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہیں کی گئی۔ اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب اللہ نے نازل کی ہے اسی طرح میں بھی بنا لیتا ہوں، اور کاش کہ تم ان ظالموں (مشرکوں) کو اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں، اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لئے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، کیونکہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کیا کرتے تھے۔

فرشتے جب روح نکالنے کے لئے آئیں گے تو فاجر کافر کو عذاب، سزا، بیڑی، زنجیر، کھولتے ہوئے پانی، اور رطمن کے غضب کی بشارت دیں گے، ان خوفناک چیزوں کو سن کر ان کی روح بدن کے گوشے گوشے میں بھاگے گی چھپے گی اور

نکلنے سے انکار کرے گی، اس پر فرشتے ماریں گے یہاں تک کہ اس کی روح نکل جائے گی اس وقت فرشتے کہیں گے:

﴿أَخْرَجُوا أَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ﴾ (الانعام: ۹۳)

نکالو اپنی جانوں کو، آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس لئے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے۔

بعض عقلاء نے اس کی کیفیت بیان کی ہے، حضرت عمر و بن عاصؓ کا جب آخری وقت آیا تو ان کے بیٹے نے کہا ابا جان! آپ کہتے تھے کہ کاش ایسے عقلمند آدمی سے ملتا جو جاگنی کی وقت کی کیفیت اور حالت کو بتاتا تو وہ آدمی آپ ہیں، بتائیے آپ پر کیا بیت رہی ہے؟ انھوں نے کہا بیٹے! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پہلو میں سخت تکلیف ہے ایسا لگتا ہے گویا میں سوئی کی نوک سے سانس لے رہا ہوں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا کانٹے کی شاخ پاؤں سے لے کر سر تک گھسیٹی جا رہی ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

لیتسی كنت ما قد بدالسی فی تلال الجبال أرمی الوعول
اب جو حقیقت کھل کر سامنے آئی ہے سوچتا ہوں کہ کاش پہاڑوں کی
چوٹیوں پر بکریاں چرایا کرتا اور اسی طرح گنہگار کی زندگی گزار دیتا۔ (الذکرۃ: قریلمی ۱۹)

موت کی تمنا نا جائز

کسی پریشانی، مصیبت، بیماری یا کسی سخت آزمائش وغیرہ کی وجہ سے موت کی تمنا نا جائز نہیں ہے۔

عن انس قال: قال رسول الله ﷺ لا يتمنين احدكم الموت بضر نزل به فان كان لا بد فليقل: اللهم أحيني ما كانت الحياة خيراً لي وتوفني اذا كانت الوفاة شراً لي
(عمل اليوم والليلۃ: ۱۱، امام نسائی ۵۷۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ کسی پریشانی کی وجہ سے تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ موت کی تمنا کرنا ہی چاہتا ہے تو یوں کہے اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے باعث خیر ہو اور وفات دیدے اگر زندگی باعث شر ہو۔

موت کی تمنا نہ کرنے کی علت اس حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لا یتمنن احدکم الموت اما محسنا فلعلہ ان یزاد خیرا و اما مسیئا فلعلہ ان یتعتب

(اسنن الکبریٰ: امام نسائی/۱/۵۹۹)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ اچھا ہے تو ممکن ہے کہ وہ مزید خیر کا کام کرے اور اگر برا ہے تو ممکن ہے کہ توبہ کرے اور اللہ سے مافی مانگ لے۔

اگر دین خطرے میں ہو تو موت کی تمنا جائز

اگر دین خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو بنا کراہت موت کی آرزو کی جاسکتی ہے۔ نبی ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

”اللہم انی اسئلك فعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین وان تغفر لی وترحمنی واذا أردت فتنۃ فی قومی فتوفنی غیر مفتون وأسألك حبك وحب من یحبك وحب عمل یقرب الی حبك“

(المسند: احمد بن حنبل شیبانی/۵/۲۲۳)

اے اللہ بھلے کاموں کے کرنے، برے کاموں کے چھوڑنے اور غریبوں سے محبت کرنے کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس بات کا بھی کہ تو مجھ کو بخش

دے اور مجھ پر رحم فرما، اور اگر تو میری قوم کو فتنے اور آزمائش میں ڈالنا چاہے تو فتنے میں ڈالنے سے پہلے مجھے وفات دیدے، میں تیری محبت اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت کا بھی سوالی ہوں جو تیری محبت سے قریب کر دے۔

شہادت کی تمنا جائز

اللہ کے راستے میں شہادت کی تمنا جائز ہے۔ اگر آدمی صدق دل سے شہادت کا طلبگار ہے اور اس کی وفات بستر پر ہوئی تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے درجے پر جائز کرے گا۔ (الصحیح مسلم ۳/۱۵۱۷ (نسخہ محمودی))

لیکن اگر کسی کے دل میں اس کی تمنا پیدا ہی نہ ہوئی اور اسی حالت میں مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی ہوگی۔ جاہلیت کی موت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کافر ہو گیا یا جہنم میں جائے گا، بلکہ اس نے شہادت کی آرزو نہ کر کے بڑی بھول اور جہالت کی۔

مقدس شہر میں مرنے کی آرزو مستحب

مقدس شہر میں مرنے کی آرزو مستحب ہے (المجموع شرح المنہج: نووی ۵/۱۰۹)

عن حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال عمر رضی اللہ عنہ اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد رسولك فقلت أني يكون هذا؟ فقال ياتيني به الله اذا شاء۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے دعا مانگی اور کہا اے اللہ! تو اپنے راستے میں مجھے شہادت عطا کر، اور میری وفات تیرے رسول کے شہر میں ہو، میں نے کہا کہ یہ کیسے ہوگا؟ عمرؓ نے کہا کہ اگر اللہ چاہے گا تو مجھے اس کے پاس تک پہنچا دے گا۔

شہید کو تکلیف نہ ہوگی

سکرات الموت میں جن کو تکلیف نہ ہوگی وہ میدان کارزار کے شہداء ہیں۔

”الشہید لا یجد ألم القتال الا كما یجد احدكم الم القرصة“

(مکملۃ المسامح: خطیب تبریزی ۲/۳۰۸)

قتل سے شہید کو ایسے ہی تکلیف ہوگی جیسے تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کانٹے سے ہوتی ہے۔

جانگنی کے وقت دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو

جب موت انسان کے جسم میں اپنے مضبوط پنچے گاڑ دے گی اور آدمی بے بس اور مجبور ہو جائے گا تو کافر اور گنہگار لوگ یہ تمنا کریں گے کہ انھیں دنیا کی طرف لوٹنے کا موقع دیا جائے، تاکہ کافر اسلام لے آئے اور نافرمان اپنی زندگی بھلائی کے کاموں میں صرف کر کے نیک بن جائے۔

سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (المونون: ۹۹-۱۰۰)

(یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے گی تو کہے گا کہ اے پروردگار! مجھے پھر اس دنیا میں واپس بھیج دے، تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں، ہرگز نہیں، یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے اپنی زبان سے کہہ رہا ہوگا اور اس پر عمل نہ ہوگا اور ان کے پیچھے برزخ ہے جہاں وہ دوبارہ اٹھائے جانے تک رہے گا۔

چونکہ جانگنی کے وقت آنکھ سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور فرشتے آتے جاتے نظر آتے ہیں، اور بہت سی چیزیں جو غیب تھیں حاضر ہو جاتی ہیں اور آدمی ان کا مشاہدہ کر لیتا ہے، اس لئے اس وقت کا ایمان مقبول نہ ہوگا، اسی طرح غرغرہ بول جانے کے بعد

توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا
وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ
عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (النساء: ۱۷، ۱۸)

اللہ تعالیٰ انھوں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھے ہیں پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے کام کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آجائے تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں (اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں، ایسے لوگوں کے لئے دکھ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

البتہ اگر غرغره کی نوبت نہیں آئی ہے اور آدمی بستر مرگ پر زندگی کے آخری ایام گن رہا ہے تو اس وقت کی توبہ قبول ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

ان الله يقبل توبة العبد ما لم يغفر (تفسیر القرآن العظیم: ۳/۲۲۲)
غرغره سے پہلے اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے، توبہ کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مخلص ہو اور توبہ کرنے میں سچا ہو۔ (۱)

آدمی کو چاہئے کہ جاگنی میں پڑنے اور موت کے آنے سے پہلے توبہ کرے

(۱) توبہ کی قبولیت کے شروط: ۱- توبہ پر آمادہ کرنے والی چیز اللہ کی محبت، اس کی تعظیم، اس کے ثواب کی امید اور عذاب کا خوف ہو۔ ۲- گناہ سے فوراً الگ ہو جانا اور دوبارہ نہ کرنے کا ارادہ نہ کرنا۔ ۳- کئے ہوئے گناہ پر شرمسار ہونا، قبولیت کے زمانہ میں توبہ کرنا، اگر غلط کام کا حلق بندے سے ہے تو اگر اس کا مال یا زمین یا کوئی چیز لے لی ہے تو اس سے دست بردار ہو جانا۔

اور یہ سلسلہ بند نہیں ہونا چاہئے۔ توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہئے، اس لئے کہ موت کب اسے اپنی خاردار آغوش میں لے لے گی اور ہمیشہ کے لئے سلا دے گی کسی کو معلوم نہیں۔ ایک شاعر نے اس کی تصویر کشی بہت خوبصورت انداز میں کی ہے۔ کہتا ہے:

قدم لنفسک توبۃ مرجوۃ قبل الممات وقبل حبس الالسن
بادر بها غلق النفوس فانها ظفر وغنم للمنیب المحسن
مرنے اور زبان بند ہونے سے پہلے توبہ کر لو، سانس رکنے سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو، اس لئے کہ یہ توبہ و انابت اچھا کام کرنے والوں کے لئے توشہ اور زادراہ ہوگی۔

سوء خاتمہ کے اسباب

مومن آدمی فرشتوں کی بشارت سے خوش ہوگا اور اللہ سے جلد ملنے کو پسند کرے گا، اور کافر اللہ کی ناراضگی اور غیظ و غضب کی خبر سن کر رنجیدہ ہو جائے گا اور اللہ سے ملنے کو ناپسند کرے گا، ان شدید اور پریشان کن حالات میں شیطان اسے اپنے دام فریب میں پھنسانے کی کوشش کرے گا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ موت کے وقت شیطان آدمی کو دھوکا دینے کے لئے زیادہ حریص ہوتا ہے۔

بعض لوگ اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے تقاضوں پر بھی عمل کرتے ہیں لیکن ان کا برا خاتمہ ہوتا ہے۔ سوء خاتمہ کے آثار آخری وقت میں کسی کسی پر ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں نے یقظة اولی الاعتبار میں سوء خاتمہ کے اسباب پر بحث کی ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ عقیدے کا فساد

اگر آدمی کا عقیدہ فاسد ہے تو اس کا خاتمہ برا ہوگا، وہ چاہے جتنا متقی اور

پر ہیزگار ہو، اگر اس نے مرنے سے پہلے اپنے عقیدے کی اصلاح نہ کی اور اصل ایمان کی طرف نہ پلٹا تو دنیا سے بنا ایمان کے نکلے گا اور یہ ان لوگوں میں ہو جائے گا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (الکہف: ۱۰۳-۱۰۴)

تم کہہ دو کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتا دوں جو عملوں کے اعتبار سے سب سے بڑے نقصان میں ہیں وہ لوگ جن کی کاوش دنیا میں بربادگئی اور وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

ہر وہ شخص جس نے صحیح عقیدے سے ہٹ کر اپنی رائے اور عقل یا برے لوگوں کی صحبت میں پڑ کر ان کے فاسد نظریات و عقائد کو اپنا نیا تو وہ اس خطرے میں پڑے گا اور صلاح و تقویٰ کچھ کام نہ آئے گا، نفع صرف وہ عقیدہ دے گا جو کتاب و سنت کے مطابق ہوگا۔

۲۔ گناہوں پر اصرار

جو شخص جس چیز کو زیادہ کرے گا اس کا دل اس سے مانوس ہو جائے گا اور وہ چیز جس سے انسان دنیا کی زندگی میں مانوس تھا، موت کے وقت اس کی یاد آئے گی۔ اگر دنیا کے اندر اس کا میلان اطاعت اور بھلائیوں کی طرف زیادہ رہا ہوگا تو موت کے وقت اس کی یاد آئے گی، لیکن اگر اس کا میلان معصیت اور گناہوں کی طرف رہا ہوگا تو موت کے وقت یہی چیز اس کے سامنے آئے گی، ممکن ہے موت کے وقت توبہ سے پہلے اس پر معصیت یا شہوت کا غلبہ ہو جائے، اور انسان کا دل اس کا اسیر ہو جائے اور معصیت آدمی اور اس کے رب کے درمیان حجاب بن جائے، اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ

زندگی کی آخری گھڑی میں بدبختی کا سامان پیدا کرے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: المعاصی بريد الكفر (۱) معصیت کفر کی ڈاک ہے۔

اور وہ شخص جس نے سرے سے کفر کا ارتکاب ہی نہ کیا یا گناہ سرزد ہوئے لیکن توبہ کر لیا تو یہ اس خطرے سے باہر ہوگا، البتہ وہ شخص جو بہت سے گناہوں کا مرتکب ہو اور معصیت اطاعت سے بڑھ گئی اور توبہ کیا، تو اس کے حق میں خطرہ زیادہ ہوگا، اس لئے کہ گناہ کی انیسیت اس پر غالب آ سکتی ہے اور اس گناہ کا تصور اس کے ذہن کے پردے پر ابھر سکتا ہے اور پھر اس کی طرف اس کا میلان ہو جائے گا، اور اگر اسی حالت میں اس کی روح قبض کر لی گئی تو یہ سوء خاتمہ کا سبب بنے گا۔

علامہ ذہبی "کتاب الکبائر" میں رقمطراز ہیں، مجاہد کہتے ہیں:

"کہ ہر میت کے سامنے اس کے ہم نشینوں کی تصویر آتی ہے جس کے ساتھ وہ بیٹھا کرتا تھا، ایک شطرنج کھیلنے والے کا آخری وقت آیا تو اس سے کہا گیا "لا الہ الا اللہ" کہو تو اس نے کہا "شاہک" پھر وہ مر گیا، زندگی میں جو چیز زبان پر جاری تھی اور جس کا غلبہ تھا وہی چیز آخری وقت میں بھی زبان سے نکلی اور اس نے کلمہ شہادۃ کی جگہ "شاہک" کہا، شاہک شطرنج کھیلتے ہوئے بولا جاتا ہے، اس کا اپنا ایک خاص معنی ہے۔

اسی طرح ایک شرابی کا آخری وقت آیا، ایک آدمی نے اسے کلمہ توحید کی

تلقین کی، تو اس نے کہا "پیو اور پلاؤ" پھر مر گیا۔ (کتاب الکبائر: علامہ ذہبی: ۹۱)

ایسا ہی ایک سچا واقعہ سعودیہ عربیہ کا ہے کہ کچھ لوگ گاڑی میں سفر کر رہے تھے راستے میں ایک سیڈنٹ ہو گیا اور ایک آدمی جائے حادثہ ہی پر فوت ہو گیا اور دوسرا شدید

(۱) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم: ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی ۴/۴۹۳۔
المفہم کے محققین (محی الدین دیرب مستو، یوسف بدوی احمد محمد السید، محمود ابراہیم بزال) نے کشف الخفاء (۲۳۱۷) کا حوالہ دیا ہے ابن حجر کی نے شرح الربیعین میں لکھا ہے کہ میرا خیال ہے کہ یہ فیض سلف صالحین کا توں

طور سے زخمی ہوا، اس کی حالت کافی نازک ہوتی چلی گئی لوگ ”لا الہ الا اللہ“ کی تلقین کرنے لگے لیکن یہ گانے کا ایک مصرع بار بار دہرانے لگا، ہوا یہ تھا کہ جب یہ لوگ سفر کر رہے تھے تو گانے کی یہی کیسٹ سن رہے تھے اور یہی چیز اس کے ذہن پر غالب تھی، کسی بھی طرح لوگ اس کو کلمہ تو حید نہ پڑھا سکے، اسی حالت میں مر گیا۔ اللہم انی اعوذ بک من الحور بعد الکور۔

۳۔ استقامت سے اعراض

اگر آدمی اپنی اوائل زندگی میں اچھا تھا لیکن اس کے بعد اس کے اندر انحراف پیدا ہو گیا اور اپنی صالحانہ روش کو ترک کر دیا تو یہ سوء خاتمہ کا باعث بنے گا۔ ابلیس کافی اچھا تھا لیکن اللہ کے حکم کو ٹھکرا دیا، اس لئے راندہ درگاہ ہوا۔ بلعم بن باعور بھی نیک آدمی تھا لیکن جب خیر و صلاح کا راستہ ترک کر دیا تو ہمیشہ کے لئے جہنم کے گڑھے میں جاگرا۔ اسی طرح برصیصا بڑے عابد و زاہد تھے لیکن شیطان نے ان سے کہا کہ کفر کرو، جب کفر کر لیا تو مردود نے کہا میں تم سے بری ہوں، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ پہلے شیطان نے غلط کام کرنے پر آمادہ کیا، جب آدمی اس میں طوط ہو گیا تو اپنی براءت کا اظہار کر دیا۔

۴۔ ایمان کی کمزوری

اگر آدمی کا ایمان کمزور ہے تو اس کے دل میں اللہ کی محبت کمزور ہو جاتی ہے اور دنیا کی محبت مضبوط اور قوی ہو جاتی ہے اور آدمی کے قلب و جگر پر غالب آ جاتی ہے اور لوٹو امہ مغلوب ہو جاتی ہے، آدمی شہوات اور سینات میں غرق ہو جاتا ہے، گناہوں کے تاریک بادل پر چھا جاتے ہیں اور ایمان کی پچی ہوئی روشنی اور چنگاری کو ظلمت میں بدل دیتے ہیں، جب سکرات کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت مزید کمزور ہو جاتی ہے، جب وہ اس بات کا مشاہدہ کرتا ہے کہ اب دنیا چھوٹ رہی ہے اور اس

سے اس کو بڑی محبت اور الفت ہے اور وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تو اس کی جدائی اور فراق سے اسے کافی تکلیف ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یہ ساری چیزیں دیکھ رہا ہے، ایسی حالت میں اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے محبت کی بجائے بغض نہ پیدا ہو جائے اور حب ضعیف بغض میں بدل جائے، ان حالات میں جب کہ اس کے ذہن و دماغ پر اس طرح کے تصورات ابھرے ہیں اگر مر گیا تو اس کا برا خاتمہ ہوگا اور ہمیشہ کے لئے برباد ہو جائے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سلیمان بن عبد الملک حج کے لئے چلا جب مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا آدمی ہے جس کی کسی صحابہ سے ملاقات ہوئی ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں: ابو حازم ہیں، ان کو طلب کیا گیا، جب وہ آئے تو سلیمان نے کہا کیا وجہ ہے کہ ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ لوگوں نے دنیا کو آباد کیا اور آخرت کو برباد، اس لئے آباد سے برباد اور ویرانے کی طرف نکلنا پسند نہیں کرتے۔ بادشاہ نے کہا، آپ کی بات درست ہے، پھر کہا کاش! مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں میرے لئے کیا ہے؟ ابو حازم نے کہا اپنے اعمال کو کتاب اللہ پر پیش کیجئے، اس نے کہا اسے کہاں پائیں گے؟ کہا اللہ کے اس فرمان میں:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ﴾ (الانفطار: ۱۳، ۱۴)

نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ جہنم میں۔“

پوچھا اللہ کی رحمت کہاں ہے؟

جواب دیا: ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (الاعراف: ۵۶)

”بیشک محسنوں سے اللہ کی رحمت قریب ہے۔“

سلیمان نے کہا کاش! مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ کل اللہ کے حضور پیشی کیسی ہوگی؟ بتایا، محسن ایسے ہوگا جیسے آدمی اپنے اہل و عیال سے دیر تک غائب رہنے کے بعد

ان سے ملے، لیکن گنہگار ایسے آئے گا جیسے بھگور انعام اپنے آقا کے پاس لوٹے۔
 سلیمان بلند آواز سے رونے لگے اور خوب روئے، پھر کہا مجھے وصیت کیجئے،
 انھوں نے کہا کہ اللہ تم کو ان مقامات پر نہ دیکھے جہاں جانے سے روکا ہے اور ان
 مقامات سے غائب نہ پائے جہاں جانے کا حکم دیا ہے، یعنی جن چیزوں کے کرنے کا
 حکم دیا ہے ان کو کرو اور جن سے منع کیا ہے ان کے قریب نہ جاؤ۔
 نواب صدیق حسن خاں نے امام غزالی سے نقل کیا ہے کہ سوء خاتمہ کے دو
 درجے ہیں، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا اور خطرناک ہے۔

۱۔ سکرات کے وقت دین و ایمان کے تعلق سے شک و انکار کا غالب آنا: اگر
 اسی حالت میں روح قبض کر لی گئی تو غلبہ شک و انکار آدمی اور اللہ کے درمیان ہمیشہ
 کے لئے حجاب بن جائے گا اور آدمی عذاب مخلد کا مستحق ہوگا۔

۲۔ دوسرا درجہ پہلے سے کمتر ہے وہ یہ کہ موت کے وقت دنیاوی امور میں سے
 کسی چیز کی محبت یا شہوت کا غالب آ جانا اور اس کا اس کے قلب و جگر اور ذہن و دماغ
 پر اس طرح چھا جانا کہ دوسری چیزوں کے لئے گنجائش نہ رہے، تو دنیا کی محبت کے
 رجحان کے وقت اگر موت واقع ہوگئی تو انجام برا ہوگا اور آدمی جہنم میں جائے گا، لیکن
 اگر یہ تو حید پرست ہے اور اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے تو اس
 کو جہنم سے نکال لیا جائے گا، اگر ایمان کا وزن بہت ہی کم ہے تو جہنم میں زیادہ دیر تک
 رہے گا۔

ہردہ آدمی جس نے اللہ کے بارے میں اس کی صفات اور اس کے افعال
 کے سلسلہ میں تقلید یا اپنی ذاتی رائے اور فہم کی روشنی میں ایسا عقیدہ اپنایا جو کتاب
 و سنت کے خلاف ہے تو یہ شدید خطرے میں ہے۔ اسے صرف کتاب و سنت پر مبنی عقیدہ
 اور ایمان ہی جہنم کے عذاب سے چھٹکارا دلا سکتا ہے۔ ناسمجھ اور بیوقوف اس خطرے



سے باہر ہیں (تفصلاً اولی الاعتبار: نواب صدیق حسن خاں: ۲۱۶)

(وجہ یہ ہے کہ ان کو اسماء و صفات کے بارے میں جانکاری ہوتی ہی نہیں اس لئے وہ اس تعلق سے کوئی بات بھی نہیں کریں گے اس لئے وہ اس خطرے سے باہر ہیں)

حسن خاتمہ کی نشانیاں

حسن خاتمہ کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے میت کے اچھے خاتمے پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ اگر ان علامتوں میں سے کسی پر آدمی کی موت ہوتی ہے تو اس کے لئے بشارت ہے۔ لیکن قطعیت کے ساتھ کسی کے جنتی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

۱۔ موت کے وقت کلمہ شہادت کا پڑھنا:

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

من كان آخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة (بخاری ابن حجر: ۱۳۱۳)

جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔

آدمی کے اوپر جب سکرات الموت طاری ہو تو اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنی چاہئے جب اسے پڑھ لے تو اس کے بعد کوئی بات نہیں کرنی چاہئے تاکہ اس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو۔ اگر کوئی بات بول دے تو کلمہ شہادت دوبارہ پڑھوانا چاہئے۔

۲۔ مرتے وقت پیشانی پر پسینہ آنا:

حضرت بریدۃ بن حصیفؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ خراسان میں تھے، وہاں اپنے ایک بیمار بھائی کی عیادت کے لئے گئے، انھیں سکرات میں پایا اور ان کی پیشانی پر پسینہ تھا، انھوں نے کہا اللہ اکبر! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے موت المؤمن بعرق الجبین مومن کی موت پیشانی کے پسینے میں ہوتی ہے۔

موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آنا خیر کی علامت ہے۔ ابن الملک کہتے ہیں

مرتے وقت مومن کو اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ اس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے، اس سے اس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی عبدالرحمن مبارکفوری ۴/۳۹۷)

۳۔ جمعہ کی رات میں وفات پانا:

نبی ﷺ نے فرمایا:

ما من مسلم يموت يوم الجمعة او ليلة الجمعة الا وقاه الله

فتنة القبر (تحفۃ الاحوذی عبدالرحمن مبارکفوری ۴/۱۶۰)

جس مسلمان کی وفات جمعہ کے دن یا رات میں ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو فتنہ قبر

سے بچالے گا۔

۴۔ میدان کارزار میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہونا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أحياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس ان کو روزی ملتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں جو اپنا فضل دے رکھا ہے اس سے وہ بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں۔ ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے، ان کے پیچھے ہیں یوں کہ انھیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

لشہید عند الموت ست خصال یغفر له فی اول دفعة من
دمه ویرى مقعده من الجنة ویجار من عذاب القبر ویامن الفزع
الاکبر ویحلی حلیة الایمان ویزوج من الحور العین ویشفع فی
سبعین انسانا من اقاربه

(سنن ابوعیسیٰ ترمذی ۳/۷۷ (اس کی سند صحیح ہے۔ احکام الجنائز: علامہ ناصر الدین البانی ص ۳۶)
شہید کو اللہ تعالیٰ کے یہاں چھ چیزیں ملتی ہیں۔ ۱۔ خون کا پہلا قطرہ گرتے
ہی اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ ۲۔ وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔ ۳۔ عذاب قبر اور
سب سے بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ ۴۔ اسے ایمان کا جوڑا پہنا دیا جاتا
ہے۔ ۵۔ حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ ۶۔ اور وہ اپنے ستر قریبی رشتے
داروں کی (قیامت کے دن) سفارش کرے گا۔

ایک صحابی نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا:

ما بال المومنین یفتنون فی قبورهم الا الشہید؟ قال: کفی

ببارقة السیوف علی راسه فتنة (سنن ابوعبدالرحمن بن شعیب سنن ۳/۸۱)

اے اللہ کے رسول کیا بات ہے کہ سارے مومنوں کو قبر میں امتحان کے دور
سے گذرنا پڑے گا لیکن شہید اس سے بری ہوگا؟ آپ نے فرمایا: موت کے وقت اس
کے سر پر تلوار کی چمک امتحان کے لئے کافی ہوگی۔

امام قرطبی تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ اگر ان شہداء کے اندر نفاق ہوتا تو دونوں
فوجوں کے آمنے سامنے ہونے اور تلواروں کی چمک کے بعد بھاگ جاتے، اس لئے
کہ منافقوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ لڑائی کے وقت دم دبا کر بھاگ نکلیں گے۔ اور
حقیقی مومن کی شان ہے تن من دھن کی بازی لگا دینا، اپنے کو اللہ کے حوالے کر دینا،

اللہ کے کلمے کی سر بلندی کے لئے تعصب کرنا اور ہر طرح کی قربانی دینا، اس آدمی نے اپنے دل کی صداقت کو ظاہر کر دیا اور سر پر کفن باندھ کر لڑائی کے لئے نکل پڑا، اس لئے اب قبر میں اس سے سوال کیوں کیا جائے؟

امام قرطبی کہتے ہیں کہ جب شہید کا حساب نہ ہوگا تو صدیق کا بدرجہ اولیٰ نہ ہوگا، اس لئے کہ قرآن میں اس کا تذکرہ شہید سے پہلے آیا ہے۔

﴿فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾
(انسار: ۶۹)

مرا بط یعنی بارڈر پر پہرہ دینے والے مجاہد کی حیثیت اس شہید سے کم ہے جب کہ اس کے بارے میں آیا ہے کہ اس کا حساب نہ ہوگا تو شہید کا کیسے ہوگا، جس کا مرتبہ بہت عظیم ہے۔

شہادت کی اس فضیلت کا حصول ان لوگوں کے لئے بھی متوقع ہے جو اخلاص کے ساتھ شہید ہونے کی آرزو کرتے ہیں، بھلے ہی ان کی وفات بستر پر ہوئی ہو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من سال الله الشهادة بصدیق بلغه الله منازل الشهداء وان مات علی فراشه
(الصحيح: مسلم بن حجاج قشیری ۵۱۶)

جس نے صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی تو اللہ اسے شہادت کے مقام پر پہنچادے گا، چاہے اس کی موت بستر ہی پر کیوں نہ ہوئی ہو۔

۵۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہو جاتا:

اس سے پہلے اس شہید کا بیان ہوا ہے جو میدان جنگ میں کافروں کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ یہاں اس آدمی کا بیان ہے جو جہاد پر گیا ہوا ہے لیکن کافروں کے ہاتھوں نہیں مارا جاتا ہے بلکہ دوسرے کسی سبب (بیماری یا حادثہ) سے فوت ہو جاتا ہے

تو ایسا آدمی بھی خوش بخت ہے، اس کا بھی شمار شہیدوں میں ہوگا۔ اس سلسلہ میں نبی ﷺ کا فرمان یہ ہے:

ما تعدون الشهيد فيكم؟ قالوا يا رسول الله ﷺ من قتل في سبيل الله فهو شهيد: قال: ان شهداء متى اذا لقليل قالوا: فمن هم يا رسول الله؟ قال: من قتل في سبيل الله فهو شهيد، ومن مات في الطاعون فهو شهيد، ومن مات في البطن فهو شهيد والغريق شهيد (المسند امام احمد بن حنبل شيباني 5/222)

تم کن کو شہید شمار کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے، آپ نے فرمایا تب تو ہماری امت کے شہداء بہت کم ہیں، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! پھر وہ لوگ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے، اور جو جہاد کے لئے نکلے (اور کسی وجہ سے) مر جائے تو یہ شہید ہے، طاعون میں مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔

نیز فرمایا:

من فصل (ای خرج) في سبيل الله فمات أو قتل فهو شهيد أو وقصته فرسه أو بغيره أو لدغته هامة أو مات على فراشه بأى حتف شاء الله فانه شهيد وان له الجنة

(السنن: ابوداؤد جتانی ۱۱/۳۹۱ المسند رک: ابوعبد اللہ حاکم ۷/۲۸۲)

جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا یا قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہے، یا اس کے گھوڑے یا اونٹ نے گرا کر گردن توڑ دی یا کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا یا اپنے بستر ہی پر مر گیا، اللہ کی مشیت کے مطابق کسی بھی طرح موت آگئی تو وہ شہید ہے اور



اس کے لئے جنت ہے۔

۶۔ طاعون میں وفات ہونا:

نبی ﷺ نے فرمایا:

الطاعون شهادة لكل مسلم

(فتح الباری: ابن حجر عسقلانی ۱۵۶/۱۰، المسند: ابوداؤد طیالسی ۲۱۱۳، المسند: امام احمد ۱۵۰/۳)

طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

عن عائشة أنها سألت رسول الله ﷺ عن الطاعون

فأخبرها نبی اللہ ﷺ انه كان عذابا يبعثه الله على من يشاء فجعله

الله رحمة للمؤمنين فليس من عبد يقع الطاعون، فيمكث في بلده

صابراً يعلم انه لن يصيبه الا ما كتب الله له الا كان له مثل اجر

(فتح الباری: ابن حجر ۱۵۷/۱۰، المسند: امام احمد ۶۳/۶)

الشہید

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ سے

طاعون کے متعلق پوچھا تو نبی ﷺ نے ان کو بتایا کہ یہ عذاب تھا، اللہ جس پر چاہتا تھا

بھیجتا تھا، لیکن اسے مسلمانوں کے لئے باعث رحمت بنا دیا، اگر کوئی بندہ ایسا ہے جس

کے شہر میں طاعون پھیل جاتا ہے اور وہ وہاں ٹھہرا رہتا ہے اور اس کا اس بات پر ایمان

اور یقین ہے کہ اسے وہی پریشانی آئے گی جو اللہ نے مقدر کر رکھی ہے تو اس کے لئے

شہید کے مثل ثواب ہے۔

۷۔ پیٹ کی بیماری میں مرنا:

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

ومن مات فى البطن فهو شهيد (الصحيح مسلم بن حجاج قشیری ۵۱/۶)

درد شکم سے مرنے والا شہید ہے۔

عبداللہ بن یسار روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم سلیمان بن صرد اور خالد بن عرفطہ کے ساتھ بیٹھے تھے، ان لوگوں کو بتایا گیا کہ ایک آدمی کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کی وفات پیٹ میں درد کی وجہ سے ہوئی ہے، ان دونوں کی خواہش ہوئی کہ ان کے جنازے میں شریک ہوں، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا، کیا نبی ﷺ نے نہیں فرمایا ہے کہ جس کا درد شکم میں انتقال ہوا اسے قبر میں عذاب نہیں دیا جائے گا؟ دوسرے نے کہا کیوں نہیں؟ (اسنن نسائی/۱-۲۸۹- اسنن ابویسیٰ ترمذی/۲-۱۶۰، المسند امام احمد شیبانی/۳-۲۶۲)

۸-۹۔ ڈوب کر یا دیوار گرنے سے مرنا:

نبی ﷺ نے فرمایا:

الشهداء خمسة المطعون والمبطون والغريق وصاحب

الهدم والشهيد في سبيل الله (فتح الباری: ابن حجر/۶-۳۳، الصحیح مسلم بن حبان/۶-۵۱)

شہداء پانچ ہیں طاعون میں مرنے والا، پیٹ کے درد سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہونے والا۔

۱۰۔ بچہ پیدا ہوتے وقت عورت کا فوت ہو جانا:

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہؓ کی عیادت کی وہ اپنے بستر سے اٹھ نہ سکے، آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ میری امت کے شہداء کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ مسلمان کا قتل کیا جانا (اللہ کے راستے میں) شہادت ہے۔ آپ نے فرمایا تب تو میرے امت کے شہداء بہت تھوڑے ہیں، مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے۔ طاعون میں مرنا شہادت ہے۔ بچہ پیدا ہوتے وقت عورت کا مرنا شہادت ہے۔ (المسند امام احمد/۳-۲۰۱، اسنن عبداللہ بن عبد الرحمن داری/۲-۲۰۸)

حدیث میں جمعاً کا لفظ آیا ہے اس کا معنی ہے کہ عورت بچہ پیدا کرے

لیکن پیدائش ہو اور یہ پیٹ ہی میں مر جائے۔

۱۱-۱۲۔ جل کر یا نمونیا میں مرنا:

اگر آگ لگ گئی، اسٹو پھٹ گیا، گیس سلنڈر میں دھماکہ ہو گیا اور ان سے جل کر کوئی مر گیا تو یہ موت شہادت کی ہوگی۔ اسی طرح نمونیا سے مرنے والا بھی شہید کے حکم میں ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ ذیل میں حضرت جابر بن عتیق کی روایت نقل کی جاتی ہے۔

”الشهداء سبعة سوى القتل في سبيل الله، المطعون شهيد والغريق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد والحريق شهيد، والذي يموت تحت الهدم والمرأة تموت بجمع شهيد۔ (الموطأ: مالک بن انس صحیح ۲۳۲۱، السنن: ابوداؤد ۲۶۷۳، السنن نسائی: ۱/۲۶۱، السنن ابن ماجہ ۱۸۵/۱۸۶)

میدان کارزار میں قتل ہونے والے شہید کے علاوہ شہداء کی تعداد سات ہے۔ طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔ ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔ جل کر مرنے والا شہید ہے۔ دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے۔ ولادت کے وقت مرنے والی عورت شہیدہ ہے۔

۱۳۔ ٹی بی میں مرنا:

ایک لمبی حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

”والسلسل شهادة والبطن شهادة“ (مجمع الزوائد ج ۲/۳۱۷)

ٹی بی میں مرنا شہادت ہے اور درد شکم میں مرنا شہادت ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے احکام الجنازہ میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں

ایک راوی مندل بن علی ہیں جن کے سلسلے میں کافی جرح کی گئی ہے اور بعض ائمہ نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔ علامہ البانی اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں ”راشد بن حیمش کی روایت اس کے لئے شاہد ہے“ اس طرح یہ روایت قابل حجت ہے۔

(احکام الجنائز محمد ناصر الدین البانی ص ۴۰)

۱۴۔ مال کی حفاظت کرتے ہوئے غاصب اور ظالم کے ہاتھوں مارا جانا:

اگر کوئی غاصب کسی کا مال لینا چاہتا ہے اور آدمی اپنے مال کی حفاظت میں مزاحمت کرتا ہے، لیکن غاصب طاقتور ہے اسے قتل کر دیتا ہے تو مرنے والا شہید ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

”من قتل دون ماله فهو شهيد (بخاری: ابن جریر ۹۳/۵، الصحیح مسلم ۷۸/۱)

اپنے مال کی حفاظت میں مارا جانے والا شہید ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

”من ارید ماله بغير حق فقاتل فقتل فهو شهيد“

(اسنن: نسائی ۷۳/۲، اسنن: ترمذی ۳۵۱/۲)

اگر ناحق کسی کا مال لینے کا ارادہ کیا گیا لیکن اس نے حفاظت کے لئے لڑائی

کی اور مارا گیا تو وہ شہید ہے۔

۱۵۔ ۱۶۔ دین اور جان کی طرف سے دفاع کرتے وقت مارا جانا:

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد

(اسنن: ابوداؤد ۲۵/۳، اسنن: ترمذی ۳۱۶/۲)

جو آدمی اپنے مال کی حفاظت کرنے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنی

عزت کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنے دین کی حفاظت میں قتل کیا

جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔
 ۱۔ اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جانا:
 صحیح مسلم میں ہے:

”رباط یوم وليلة خیر من صیام شهر و قیامه وان مات
 جرى علیه عمله الذی کان یعمله و اجری علیه رزقه و امن الفتان“
 (الصیح: مسلم بن حجاج قشیری ۶/۵۱، السنن: ترمذی ۳/۱۸، المسند رک: حاکم ۲/۸۰)
 اللہ کے راستے میں ایک دن اور ایک رات پہرہ دینا ایک مہینہ کے صیام و قیام
 سے بہتر ہے اور اگر وہ پہرہ دیتے ہوئے مر گیا تو جو عمل کرتا تھا اس کا ثواب برابر ملتا رہے
 گا اور اس کی روزی جاری کر دی جائے گی اور منکر نکیر کے امتحان سے مامون رہے گا۔
 ایک دوسری حدیث میں ہے:

”کل میت یختم علی عمله الا الذی مات مرابطا فی سبیل
 اللہ فانہ ینمی له عمله الی یوم القیمة و یامن فتنۃ القبر“
 (السنن: ابوداؤد ۱/۳۹۱، المسند رک: حاکم ۲/۱۳۳)
 ہر میت کا اس کے عمل پر خاتمہ ہوتا ہے البتہ وہ شخص جو اللہ کے راستے میں
 پہرہ دیتا ہے اس کا عمل قیامت تک بڑھایا جائے گا اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔

۱۸۔ نیک عمل پر موت کا آنا

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

من قال لا اله الا الله ابتغاء وجه الله ختم له بها دخل الجنة
 ومن صام یوما ابتغاء وجه الله ختم له بها دخل الجنة ومن تصدق
 بصدقة ابتغاء وجه الله ختم له بها دخل الجنة
 (المسند: امام احمد بن حنبل ۵/۳۹۱، الترغیب والترہیب: زکی الدین عبدالعظیم منذری ۲/۶۱)

جس نے اللہ کی رضا مندی کے لئے لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے اللہ کی رضا مندی کے لئے ایک دن روزہ رکھا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ جنت میں جائے گا اور جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے صدقہ کیا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ جنت میں جائے گا۔

(حسن خاتمہ کی پوری بحث تصوف کے ساتھ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتاب احکام الجائزہ ص ۳۳-۳۴) سے ماخوذ ہے۔)

انبیاء کی بھی وفات ہوتی ہے

دنیا میں جتنے نبی اور رسول آئے وہ سب کے سب بشر تھے۔ نبوت اور رسالت کے منصب پر فائز ہونے کے ناطے ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا۔ کسی نبی کو بشر کہنا گستاخی نہیں ہے۔ گستاخی یہ ہے کہ بنا کسی شرعی دلیل کے ان کی ذات و صفات میں غلو کیا جائے۔ انبیاء سابقین کے بشر ہونے کے سلسلہ میں کسی نے اعتراض نہیں کیا ہے اور یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ وہ نوری تھے یا بشر نہ تھے۔ لیکن آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تعلق سے مسلمانوں میں ایک جماعت سخت گمراہی کا شکار ہے۔ آپ کی وفات کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ درست نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ کا انتقال نہیں ہوا ہے، آپ پردہ کر گئے ہیں اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سارے انبیاء آدم علیہ السلام کو چھوڑ کر اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور جس طرح عام انسانوں کو بھوک پیاس لگتی ہے، تھکتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں، یہ سارے عوارض ان کو پیش آتے تھے۔ انبیاء سابقین میں بی شمار نبیوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ وہ بامت کے قریب زمین پر اتریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے، شریعت محمدی پر عمل کریں گے۔ اور ایک مدت کے بعد طبعی طریقے سے ان کا بھی انتقال ہوگا۔ مرنا ہر بشر

کے لئے لازم ہے۔ حضرت محمد ﷺ کا آخری وقت آیا تو آپ پر سکرات کا عالم طاری ہوا تھا۔ آپ کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی گود میں تھا، اسی عالم میں آپ کی روح پرواز کر گئی۔

بخاری کی ایک حدیث میں اس کی تفصیل اس طرح ہے:

”عن الزهري قال عروة ابن الزبير أن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ وهو صحيح يقول: انه لم يقبض نبي قط حتى يرى مقعده من الجنة، ثم يحيا، او يخير فلما اشتكى وحضره القبض ورأسه على فخذ عائشة، غشى عليه، فلما افاق شخص بصره نحو سقف البيت ثم قال: اللهم في الرفيق الاعلى فقلت: اذا لا يختارنا، فعرفت انه حديثه الذي كان يحدثنا وهو صحيح (بخاری: ابن جریر ۸/۱۳۶)

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ نبی اپنی وفات سے قبل جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے یا اسے اختیار دیا جاتا ہے، جب آپ بیمار ہوئے اور آخری وقت آیا تو اس وقت آپ کا سر عائشہ کی ران پر تھا، آپ پر غشی طاری ہوئی، جب افاقہ ہوا تو آپ گھر کی چھت کی طرف دیکھنے لگے، پھر فرمایا اے اللہ الرفیق الاعلیٰ کے پاس، میں نے کہا اب آپ ہم کو اختیار نہ کریں گے اور میں نے جان لیا کہ یہ وہی بات ہے جس کا تذکرہ آپ بحالت صحت ہم سے بیان کیا کرتے تھے۔ (کہ نبی کو اختیار دیا جاتا ہے)

قرآن کہتا ہے: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (الزمر: ۳۰)

یقیناً خود آپ کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔

نیز فرمایا: ﴿إِنَّمَا مَتَّ فَهَمُّ الْحَالِدُونَ﴾ (الانبیاء: ۳۳)

اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

انبیاء کو اختیار دیا جاتا ہے

موت کے وقت انبیاء کو دنیا میں رہنے یا آخرت کی طرف کوچ کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ دنیا میں رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمیشہ باقی رہیں گے اور فنا نہ ہوں گے۔ تمام انبیاء نے نعیم مقیم اور مقام کریم کو اختیار کیا۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ آپ نے رفیق اعلیٰ (اللہ) سے ملنے کو پسند فرمایا۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ”کسی نبی کی وفات نہیں ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ نہ لے، پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔ جب نبی ﷺ مسکرات الموت میں مبتلا ہوئے اس وقت آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا، ایک گھڑی تک آپ پر بیہوشی طاری رہی پھر افاقہ ہو گیا، آپ نے نگاہیں چھت کی طرف جمادیں اور فرمایا اللھم الرفیق الاعلیٰ رفیق اعلیٰ کی طرف، میں نے کہا اب ہم لوگوں کو اختیار نہ کریں گے اور میں نے جان لیا کہ یہ وہی بات ہے جس کا تذکرہ آپ ہم سے کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللھم الرفیق الاعلیٰ یہ آپ کا آخری کلمہ تھا، اس کے بعد آپ کوئی دوسری گفتگو نہ کر سکے۔

ایک دوسری روایت میں ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی بیماری میں سنا اس وقت آپ کی آواز بیٹھ گئی تھی، کہہ رہے تھے:

﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾ (النساء: ۶۹)

ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ، یہ بہترین رفیق ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے محسوس کیا کہ اس دن آپ کو اختیار دیا گیا اور آپ نے رفیق اعلیٰ سے ملنے کو پسند کیا۔

روحوں کا آسمان کی طرف جانا

جب آدمی کی روح نکالی جاتی ہے تو اسے فرشتے آسمان کی طرف لے کر جاتے ہیں اگر نیک آدمی کی روح ہوتی ہے تو اسے خوشبودار اور حسین و جمیل کفن میں رکھ کر اوپر لے جایا جاتا ہے۔ اس کی مہک آسمان میں پھیل جاتی ہے اور آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے، تم پر اور اس پر اللہ کی رحمت نازل ہو جس میں تو تھی، اسے اللہ کے پاس لے جایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے علیین میں بھیج دیں گے۔ اس کے برعکس کافر کی روح گندے اور بدبودار ٹاٹ میں لپیٹ کر لائی جاتی ہے جب آسمان تک پہنچتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں خبیث روح زمین سے آئی ہے اور کہا جائے گا کہ اسے قیامت تک کے لئے لے جاؤ یعنی سجن میں ڈال دو۔ مومن کی روح کی خوب عزت افزائی کی جائے گی، اس کے لئے فرشتے دعائیں کریں گے اور آسمان کے دروازے کھول دئے جائیں گے۔ اس کے کفن سے خوشبو پھولے گی جو مشک سے زیادہ اچھی ہوگی۔ خبیث روح پر فرشتے لعنت بھیجیں گے۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور اسے اوپر جانے سے روک دیا جائے گا۔

حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث میں اس کی تفصیل آئی ہے جس میں یہ ہے کہ جب بندے کی روح آسمان تک پہنچتی ہے تو آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اس کے مقرب فرشتے اس روح کے ساتھ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ روح ساتویں آسمان پر لے جانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بندے کی کتاب کو علیین میں لکھ دو ﴿وَمَا أُذْرَاكَ مَا عَلِيُّونَ كِتَابَ مَرْقُومٍ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ﴾ (المطففين: ۱۹، ۲۱) تمہیں کیا خبر کہ علیین کیا ہے؟ ایک لکھا ہوا دفتر ہے جس کے پاس مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں اور علیین میں اس کی کتاب لکھ دی جاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے خبیث روح کے بارے میں بتایا کہ جب کافر یا فاجر آدمی کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے تو آسمان اور زمین کے سارے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور ہر دروازے والے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یہ گندی اور نجس روح ان کی طرف نہ آئے اور ان کی جانب سے آسمان کی طرف نہ چڑھے۔

روح نکالنے کے بعد فرشتے گندے اور بدبودار ٹاٹ میں رکھیں گے جس سے بہت زیادہ بدبو پھولے گی۔ اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھیں گے، جب فرشتوں کی جماعت کے پاس سے گزریں گے تو وہ کہیں گے یہ کون سی خبیث روح ہے؟ فرشتے بتائیں گے کہ فلاں بن فلاں ہے دنیا میں جس نام سے جانا جاتا تھا اس سے برا نام لے کر بتائیں گے۔ جب نچلے آسمان پر فرشتے پہنچیں گے تو دروازہ کھولنے کا مطالبہ کریں گے لیکن دروازہ نہ کھلے گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿لَا تَفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (الاعراف: ۴۰) ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھلیں گے اور نہ ہی جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کی سوراخ سے نکل جائے، یعنی جس طرح اونٹ کا سوئی کی سوراخ سے نکلنا ناممکن ہے اسی طرح لوگوں کا جہنم سے باہر آنا محال ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کا نام حکین میں زمین کے نیچے لکھ دو، پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے اسے زمین کی طرف لوٹا دو، میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ اسی سے ان کو پیدا کیا ہے اور اسی میں پلٹاؤں گا اور دوبارہ اسی سے نکالوں گا پھر اس کی روح زمین کی طرف تختی سے پھینک دی جائے گی (یہاں تک کہ وہ اپنے جس بدن میں تھی چلی جائے گی) پھر آپ نے یہ تلاوت فرمائی ﴿وَمَنْ يَبْشُرْكَ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا حَرَّمَ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ

فِي مَكَانٍ مَسْحُوقٍ ﴿٣١﴾ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ ایسے ہے جیسے آسمان کی بلندیوں سے گرا اور اسے چڑیا نے اچک لیا یا ہوانے اسے دور دراز علاقے میں پھینک دیا۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جب آدمی جاگنی کے عالم میں ہوتا ہے تو فرشتے حاضر ہوتے ہیں اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتے ہیں اے پاکیزہ روح جو اچھے بدن میں تھی تم قابل تعریف اور قابل ستائش ہو، خوشبودار حسین و جمیل پھولوں کی تمہارے لئے بشارت ہے، اور رب سے ملنے کی، جو غضبناک نہیں، یہ بات اس سے برابر کہی جائے گی یہاں تک کہ اس کی روح نکل جائے گی، پھر اسے آسمان پر لے جایا جائے گا۔ دروازہ کھولا جائے گا وہاں پر مقرر فرشتہ پوچھے گا یہ کون ہے؟ روح لے جانے والا فرشتہ کہے گا فلاں۔ اچھے بدن میں رہنے والی پاکیزہ روح کو خوش آمدید، داخل ہو جاؤ، تم قابل ستائش ہو۔ حسین جنت، پھول، خوشبو اور کبھی ناراض نہ ہونے والے رب سے ملاقات کی بشارت سن لو، یہی بات اس سے برابر کہی جائے گی یہاں تک کہ اسے اس آسمان تک لے جائیں گے جس میں اللہ تعالیٰ ہے۔ (اس کے برعکس) برے آدمی کی روح نکالتے وقت فرشتے کہیں گے اے منحوس اور مذموم روح نکل، جہنم، غساق، گرم اور گندے پانی کی بشارت سن لے، یہی بات اس سے برابر کہی جائے گی یہاں تک کہ اس کی روح نکل جائے گی۔ فرشتہ اسے لے کر آسمان کی طرف بڑھے گا اس روح کو اوپر لے جانے کے لئے دروازہ کھلوائے گا پوچھا جائے گا کون ہے؟ کہا جائے گا فلاں، فرشتہ کہے گا اس خبیث اور ناپسندیدہ روح کا آنا مبارک نہ ہو، جو برے بدن میں تھی، واپس جاؤ تم قابل مذمت ہو تیرے لئے دروازے نہیں کھلیں گے۔ پھر اسے آسمان سے چھوڑ دیا جائے گا اور قبر میں آ جائے گی۔

اللہ کہاں ہے؟

اللہ عرش پر مستوی ہے وہ ہر جگہ موجود نہیں، علم و قدرت کے اعتبار سے ساری چیزوں پر محیط ہے۔ عام طور سے جو یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ حاضر و ناظر ہے تو ناظر کہنا صحیح ہے لیکن حاضر سے اگر یہ مراد لیا جائے کہ وہ ہر جگہ بذات خود موجود ہے تو یہ عقیدہ صحیح نہیں۔ علم و قدرت کے اعتبار سے ہر چیز پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آسمان گھیرے ہوئے نہیں، اس کی ذات پاکیزہ، بلند اور برتر ہے۔ وہ آسمان کے اوپر ہے اور اپنی مخلوق سے الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرسی کے بارے میں فرمایا: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ (البقرہ: ۲۵۵) اس کی کرسی آسمان اور زمین کو حاوی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ آسمان کرسی کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں زنجیر کا ٹکڑا پڑا ہو، اور کرسی عرش کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے زنجیر کا کوئی ٹکڑا چٹیل میدان میں پڑا ہو۔ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ روح کو اس آسمان تک لے جائیں گے جس میں اللہ تعالیٰ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کو آسمان گھیرے ہوئے ہیں یہ تعبیر ایسے ہی ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿فَسُبْحُوا فِى الْأَرْضِ﴾ (التوبہ: ۲) زمین میں چلو۔

﴿وَلَا صَلَبْنَكُمْ فِى جُدُوعِ النَّخْلِ﴾ (طہ: ۷۱) ہم تم کو ضرور با ضرور کھجور کے تنے میں پھانسی دیں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے پیٹ میں چلنا ہے یا کھجور کے تنے کے اندر پھانسی دی جائے گی۔

آسمان کی طرف جانے کے بعد اچھی یا بری رو میں کہاں رہیں گی ان کا مستقر کیا ہے؟ کیا روح اور جسم ایک ساتھ رہیں گے یا دونوں کے درمیان دوری ہوگی؟ کیا عذاب صرف روح کو ہوگا یا جسم کو یا دونوں کو؟ ان کا تفصیلی بیان (ان شاء اللہ) روح کی بحث میں آئے گا۔

فصل ثانی

قبر اور اس کی ہولناکیاں

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ یہاں سوال و جواب ہوگا اور نیکی و بدی کا بدلہ یہیں سے شروع ہو جائے گا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے غلام ہانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی، ان سے کہا گیا کہ آپ جنت اور جہنم کے تذکرے پر نہیں روتے۔ لیکن قبر کے تذکرہ پر اس قدر زار و قطار روتے ہیں (کیا ماجرا ہے؟) انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اگر آدمی یہاں سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کی منزلیں آسان ہو جائیں گی اور اگر کامیاب نہ ہو تو اس کے بعد کے مرحلے اس سے شدید ہوں گے۔ میں نے قبر سے زیادہ ہولناک منظر دیکھا ہی نہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح/۱/۲۸ علامہ ناصر الدین البانی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے دیکھیں صحیح الجامع الصغیر/۲/۸۵)

وہ لوگ جو یہاں پر جواب دے لے جائیں گے ان کے لئے اس کے بعد کے مراحل آسان ہو جائیں گے۔ جب یہ لوگ اللہ کی تیار کردہ نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے اور اس سے سرفراز ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کریں گے کہ اے اللہ! جلد قیامت قائم کر، تاکہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف پلٹوں، اس کے برعکس جب کافر جواب نہ دے پائے گا تو پریشانی اور مشکلات میں گھرے ہونے کے باوجود کہے گا پروردگار قیامت نہ قائم کر۔ اس لئے کہ وہ جانے گا کہ اس کے بعد آنے والا عذاب بڑا شدید اور کٹھن ہوگا۔

قبر کی تاریکی

قبرِ ظلمت اور تاریکی کا عین گڑھا ہے۔ تاریکی کا یہ گھراس وقت روشن ہوگا جب انسان کے اعمال اچھے ہوں گے اور دنیا کی زندگی شریعت کے مطابق گذاری ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک صحابیہ مسجد میں جھاڑو لگاتی تھیں، ایک بار نبی ﷺ نے ان کو نہ دیکھا، آپ نے ان کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ رات کے وقت ان کا انتقال ہوا تھا، اور رات ہی میں دفن کر دیا گیا اور آپ کو لوگوں نے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا، آپ نے صحابہ کرام سے کہا کہ ان کی قبر کی رہنمائی کرو، آپ ان کی قبر کے پاس آئے اور جنازہ کی نماز پڑھی، پھر فرمایا یہ قبریں تاریکیوں اور ظلمتوں سے بھری ہیں اور اللہ تعالیٰ میری دعا کی برکت سے ان میں روشنی کر دیتا ہے۔

(المسند: امام احمد بن حنبل ۲/۳۸۸)

قبر دبائے گی

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر اسے دبائے گی، اس سے کسی چھوٹے بڑے اور اچھے برے کو نجات نہیں۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ قبر نے حضرت سعد بن معاذؓ کو دبایا تھا جبکہ ان کی وفات پر عرش ہل گیا تھا اور آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اور ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان (سعد) کی وفات سے عرش ہل گیا اور آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور جنازے میں ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے ان کو ایک بار قبر میں دبایا گیا پھر چھوڑ دیا گیا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے المسند میں روایت کیا ہے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قبر دبائے گی اگر کوئی ضمة القبر سے نجات پاتا تو سعد اس سے چھٹکارا پاتے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر ضمة القبر سے کوئی نجات پاتا تو وہ سعد ہوتے، ان کو قبر نے ایک بار سختی سے بھینچا اس کے بعد چھوڑ دیا۔ (صحیح الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین البانی ۲۱/۵)

بچوں کو بھی اس سے نجات نہ ملے گی۔ طبرانی اور ابن عدی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی ضمة القبر سے نجات پاتا تو یہ بچہ ضرور نجات پاتا۔ (صحیح الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین البانی ۲۱/۵)

قبر کا امتحان

قبر میں رکھے جانے کے بعد میت سے سوال و جواب ہوگا۔ دو فرشتے قبر میں آئیں گے جو کالے ہوں گے اور آنکھیں نیلی ہوں گی، ایک کا نام منکر ہوگا اور دوسرے کا نام نکیر۔ وہ دونوں کہیں گے اس آدمی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ یہ آدمی وہی جواب دے گا جس کا دنیا میں عقیدہ رکھتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور وہ اللہ کے ایک ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دے گا۔ اور اگر منافق ہے تو کہے گا میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا تو انھیں کے مانند میں نے بھی کہا میں نہیں جانتا۔ (اسنن ابویسی ترمذی ۳/۳۸۳)

امام ترمذیؒ نے اسے حسن غریب کہا ہے علامہ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

(صحیح الجامع الصغیر: البانی ۱/۳۸۳)

حضرت براء بن عازبؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میت کے پاس دو فرشتے آئیں گے، جو سخت انداز میں جھڑکیں گے اور زبردست طریقے سے ڈانٹیں گے اور بیٹھا دیں گے اور پوچھیں گے۔ ۱۔ تمہارا رب کون ہے؟ ۲۔ تمہارا دین کیا ہے؟ ۳۔ تمہارا نبی کون ہے؟

مومن کی یہ آخری آزمائش ہوگی جس سے اسے قبر کی تاریکی میں گذرنا

پڑے گا۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (ابراہیم: ۲۷)

اللہ مومنوں کے دلوں کو صحیح اور سچی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا)۔

مومن آدمی جو اب دے گا میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور ہمارے

نبی محمد ﷺ ہیں۔ آسمان سے پکارنے والا پکارے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا۔

کافر یا فاجر بندے کے بارے میں فرمایا کہ اس کے پاس سخت انداز میں ڈانٹنے والے فرشتے آئیں گے اور جھڑکیں گے اور بیٹھادیں گے اور پوچھیں گے تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہے گا ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر دونوں سوال کریں گے اس آدمی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جو تمہارے پاس بھیجا گیا تھا؟ لیکن یہ نام نہ جان سکے گا، کہا جائے گا محمد، تو وہ کہے گا ہائے ہائے میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں سے سنا ہے وہ ایسا کہتے تھے، فرشتے کہیں گے نہ تو تو نے جانا اور نہ ہی تو نے لوگوں کا اتباع اور پیروی کی، پکارنے والا پکارے گا کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا۔

ایک دوسری حدیث میں اس بات کی صراحت آئی ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے گھر والے واپس لوٹنے لگتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے۔ اس حدیث کے راوی مشہور صحابی حضرت انسؓ ہیں الفاظ اس طرح ہیں۔

”ان العبد اذا وضع في قبره و تولى عنه اصحابه انه يسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا، اتاه ملكان فيقعدانه فيقولان له ما كنت تقول في هذا الرجل محمد؟ فاما المومن فيقول اشهد انه عبد الله ورسوله واما الكافر او المنافق فيقول لا ادرى كنت اقول ما يقول الناس فيه فيقال لا دريت ولا تليت“ (بخاری: ابن جریر ۳۲۷/۳)



میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اہل و عیال واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے پلٹنے کے وقت کے جوتوں کی آواز اور کھڑکھڑاہٹ کو سنتا ہے (مردے سنتے نہیں ہیں ہاں اللہ تعالیٰ بعض حالات میں ان لوگوں کو سننے کی قوت عطا کر دیتا ہے جن کے اندر سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی) اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے، اسے بیٹھا دیں گے، اور پوچھیں گے یہ آدمی محمد جو تمہارے پاس بھیجے گئے تھے ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے۔ مومن کہے گا کہ میں نے اس بات کی گواہی دی تھی کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، لیکن کافر یا منافق کہے گا میں نہیں جانتا، لوگ جو کہتے تھے میں نے بھی وہی کہا، اس سے کہا جائے گا نہ تو تو نے جانا اور نہ ہی قبول حق میں ان کی پیروی کی۔

اول اول نبی ﷺ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ یہ امت قبروں میں آزمائی جائے گی، پھر اس کے بارے میں وحی کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ گھر میں آئے اور میرے پاس ایک یہودیہ عورت بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کہتی تھی کہ کیا آپ جانتی نہیں ہیں کہ آپ کو قبروں میں آزمایا جائے گا اور امتحان سے گذرنا پڑے گا؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ یہ سن کر خوف زدہ ہو گئے اور کہا کہ یہودیوں کو آزمایا جائے گا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم چند رات ٹھہرے رہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم سب کو قبروں میں آزمایا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے سنا آپ عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ (اصح: مسلم بن حجاج قشیری ۱/۳۱۰)

کیا کافر اپنی قبر میں آزمایا جائے گا؟

مسلمانوں کی طرح کافر بھی اپنی قبر میں آزمائش کی گھڑی سے گذرے گا بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور اپنے قول کی تائید میں کچھ عقلی دلیلیں دی ہیں

لیکن ان کی بات قابل قبول نہیں۔ جب صاف طور سے حدیث رسول سے ان کا آزمائش سے گذرنا ثابت ہے تو اس کے مقابلے میں کسی کی رائے حجت نہیں ہو سکتی۔

ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ان ہذہ الامۃ تفتن فی قبورہا، اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں 'تسأل ان سے قبر میں سوال کیا جائے گا۔ تو یہ عام ہے صرف مومنین کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ عبدالحق، اشعری، ابن قیم جوزیہ، قرطبی اور سفارینی وغیرہم (رحمہم اللہ) کی یہی رائے ہے۔

(لوائح الانوار الحمیۃ: سفارینی ۱/۲، تذکرہ قرطبی ص ۱۳۷)

یہاں ایک سوال کیا جا سکتا ہے کہ بہت سے کافر اپنے مردوں کو جلا دیتے ہیں یا دریا میں پھینک دیتے ہیں، تو ایسے لوگوں کا حساب کیسے ہوگا، جب کہ ان کی قبر ہے ہی نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر گڈھے ہی کو نہیں کہتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد آدمی کی لاش جس انداز میں پانی یا مٹی میں ملتی ہے وہ اس کی قبر ہے، اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے گا حساب لے گا اور عذاب دے گا، وہ سارے ذروں کو یکجا کرنے پر قادر ہے کوئی بھی ذرہ اس کی گرفت اور پکڑ سے باہر نہیں۔

کیا غیر مکلف سے سوال ہوگا؟

مکلف سے سوال ہوگا اس میں اختلاف نہیں، البتہ انبیاء کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کا کہنا ہے کہ ان سے بھی سوال ہوگا اور بعض نے کہا ہے ان سے سوال نہیں ہوگا۔ شہداء اور مرابطین (بارڈر اور اسلامی حدود کی نگرانی کرنے والے مجاہدین) وغیرہ کے بارے میں واضح نصوص آئے ہیں کہ یہ فتنہ قبر سے نجات یافتہ ہیں ان سے سوال نہ ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ایک سوال کیا گیا تھا اس کا ایک ٹکڑا یہ تھا کہ ”نبی ﷺ نے فرمایا ہے ”انکم تفتنون فی قبورکم“ اس فتنے کا مطلب کیا

ہے؟ تو انھوں نے سوال کے سارے عناصر کا تحقیقی جواب دیا اس سوال کے تعلق سے فرماتے ہیں ”قبر میں فتنہ سے مراد میت سے سوال کرنا اور اس کا امتحان لینا ہے، دو فرشتے آئیں گے اور اس سے دین، رب اور رسول کے بارے میں پوچھیں گے۔ قبر میں امتحان کے سلسلے میں تو اتر آحضرت براء، انس، ابو ہریرہ وغیرہم (رضی اللہ عنہم) سے حدیث مروی ہے۔ یہ سوال سارے مکلفین سے ہوگا، البتہ نبیوں کے بارے میں اختلاف ہے اسی طرح غیر مکلفین (جیسے بچے اور پاگل) تو ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان سے سوال نہ ہوگا اس لئے کہ آزمائش مکلفین کے لئے ہے، یہ قاضی ابن عقیل کی رائے ہے اور دوسری رائے یہ ہے کہ ان کو بھی اس مرحلے سے گذرنا ہوگا، یہ قول ابو عقیل ہمدانی اور ابوالحسن بن عبدوس کا ہے۔

(مجموعہ فتاویٰ لابن تیمیہ جمعہ شیخ عبدالرحمن وابتدئہ محمد ۴/۲۵۷)

”ایک بچہ پر نبی ﷺ نے جنازہ کی نماز پڑھی تھی اس کے لئے آپ نے یہ دعا کی تھی ”اے اللہ تو اسے عذاب قبر اور فتنہ قبر سے بچا۔“

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آخرت میں آزمائے جائیں گے اور ان کا بھی امتحان ہوگا اور قیامت کے دن مکلف ہوں گے، اکثر اہل علم، اہل سنت والجماعت، اہل حدیث اور اہل کلام کی یہی رائے ہے، ابوالحسن اشعری نے اہل السنۃ سے یہی نقل کیا ہے اور یہی ان کا موقف بھی ہے۔ امام احمد بن حنبل سے منقول نصوص اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

(مجموعہ فتاویٰ لابن تیمیہ جمعہ شیخ عبدالرحمن وابتدئہ محمد ۴/۲۵۷)

قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں

مرنے کے بعد ہی آدمی کو اپنے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ ملنے لگے گا۔ قبر یا تو منور ہوگی یا تاریک، کشادہ ہوگی یا تنگ، اس میں عذاب ہوگا یا ثواب، قبر کا عذاب برحق ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ابن ابی العزحمنی شرح طحاویہ میں رقمطراز ہیں۔

”قبر کے عذاب اور اس کی نعمتوں کے بارے میں تو اتر کے ساتھ حدیثیں مروی ہیں، اسی طرح منکر اور نکیر کا سوال صحیح حدیث سے ثابت ہے اور ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ البتہ ہم ان کی کیفیت کے بارے میں کلام نہیں کریں گے، اس لئے کہ اس کی کیفیت کے ادراک سے ہماری عقل قاصر ہے اور آخرت کا معاملہ اس دنیا سے مختلف ہے۔ اور اخروی امور کو دنیوی امور پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ شریعت ایسی باتیں نہیں بتاتی ہے جو ناممکن ہو، لیکن بسا اوقات ایسی چیزوں کی خبر دیتی ہے جس سے لوگ حیرت میں پڑ جاتے ہیں، روح کا جسم کی طرف پلٹنا اس انداز میں نہیں ہوگا جیسے آدمی دنیا میں رہتا تھا، بدن میں روح لوٹائی جائے گی لیکن اس معروف اور مالوف طریقے سے نہیں جیسے وہ دنیا میں تھا۔ (شرح العقیدۃ الطحاویہ: ابن ابی العزیز: ص ۳۵)

شارح طحاویہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”جان لو کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے، اس لئے وہ آدمی جو فوت ہوا اور عذاب کا مستحق ہے تو اسے سزا ملے گی چاہے اسے قبر میں رکھا جائے یا نہ رکھا جائے، اسے دردوں نے کھالیا ہو یا جلادیا گیا ہو اور راکھ ہو گیا ہو اور اسے ہوا میں اڑا دیا گیا ہو یا اسے پھانسی دیدی گئی ہو یا دریا میں ڈوب گیا ہو ہر صورت میں اس کی روح اور بدن کو ایسے ہی عذاب ہوگا جیسے قبر میں رکھے گئے مردے کو ہوتا ہے۔ اور حدیث میں میت کے بیٹھائے جانے اور پسلیوں کے ادھر ادھر ہونے کی جو بات آئی ہے تو اسے بنا غلو اور افراط و تفریط کے سمجھا جائے۔“ (شرح العقیدۃ الطحاویہ: ابن ابی العزیز: ص ۳۵)

ملاحذوں، فلسفیوں اور ان کی فکر سے متاثر ہونے والے بعض مسلمانوں نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں، دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب ہم قبر کھودتے ہیں تو ہمیں وہ چیزیں نظر نہیں آتی ہیں جن کا حدیث میں ذکر آیا ہے۔ (الذکرۃ: قرطبی ۳/۲۳۳)

خوارج اور بعض معتزلہ نے بھی عذاب قبر کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ ضرار بن عمرو اور بشر میری اسی فکر کے حامل ہیں۔

ان لوگوں نے ایک ایسی حقیقت کا انکار کیا ہے جس کا احاطہ اپنے محدود علم کے ذریعہ نہیں کر سکتے تھے۔ ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اپنی آنکھوں سے ہر چیز دیکھ سکتے ہیں اور ان کے کان ہر چیز کو سن سکتے ہیں، ان کا یہ تصور غلط تھا، آج ہم کائنات کی بہت سی ایسی چیزوں کے بارے میں جانکاری رکھتے ہیں جن کو دیکھنے سے ہماری آنکھ اور جن کو سننے سے ہمارے کان عاجز اور قاصر تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کی باتوں کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

قرآن کی بہت سی آیتیں عذاب قبر پر واضح روشنی ڈالتی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح میں عذاب قبر پر مستقل ایک باب باندھا ہے اور ترجمۃ الباب میں یہ آیت تحریر فرمائی ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ﴾ (الانعام: ۹۳)

اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو، آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔

سورۃ توبہ میں فرمایا:

﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ (التوبہ: ۱۰۱)

ہم ان کو دو ہر عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

نیز فرمایا:

﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا

﴿وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (الزمن: ۴۵، ۴۶)
 اور آل فرعون کو برے عذاب نے آگھیرا، آتش جہنم صبح و شام اس کے
 سامنے پیش کی جاتی ہے اور جس روز قیامت برپا ہوگی (تو حکم ہوگا) آل فرعون کو سخت
 عذاب میں داخل کرو۔

پہلی آیت میں جس عذاب کا تذکرہ ہے وہ کفار کو جاننی کے عالم میں ہوگا،
 دوسری آیت کا مفاد یہ ہے کہ منافقوں کو قیامت سے پہلے دو عذاب ہوں گے، پہلا
 عذاب دنیا میں ہوگا، یا تو اللہ کی طرف سے ان پر کوئی عذاب آئے گا یا مسلمانوں کے
 ہاتھوں ان کی درگت بنے گی اور دوسرا عذاب قبر ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے سنن عبدہم مرتبین کی تفسیر میں کہتے ہیں ”عذاب
 الدنيا وعذاب القبر“ یعنی اس سے دنیا اور قبر کا عذاب مقصود ہے۔

(فتح الباری: ابن حجر ۳/۲۳۲)

علامہ طبری کا کہنا ہے ”راجح بات یہ ہے کہ دونوں عذابوں میں سے ایک
 عذاب قبر کا ہے اور دوسرا دنیا کی زندگی میں، بھوک، قید، قتل اور ذلت و رسوائی کی شکل
 میں ہوگا۔“ (فتح الباری: ابن حجر ۳/۲۳۲)

عذاب قبر کو ثابت کرنے والے اہل سنت والجماعت کے حق میں تیسری آیت
 بہت واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آل فرعون کو عذاب کے لئے جہنم پر
 پیش کیا جائے گا اور یہ قیامت سے پہلے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ المؤمن میں فرمایا ہے:

﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (الزمن: ۴۶)

”اور جب قیامت قائم ہوگی تو کہا جائے گا کہ آل فرعون کو سخت عذاب میں

داخل کرو۔“

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ جمہور علماء کی یہ رائے ہے کہ جہنم کی یہ پیشی برزخ کی

زندگی میں ہوگی اور یہ اثبات عذابِ قبر کے لئے حجت ہے۔ (فتح الباری: ابن حجر ۱۱/۲۳۳)
 فتنہِ قبر اور اس کے عذاب کی طرف یہ آیت بھی صاف اشارہ کر رہی ہے۔

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي

(ابراہیم: ۲۷)

الْآخِرَةِ﴾

اللہ مومنوں کے دلوں کو صحیح اور پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھے گا اور آخرت میں بھی۔“

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:
 ”جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال ہوتا ہے اور وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے لے جاتا ہے تو اسی کی طرف قرآن میں اشارہ ہے يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ“

اور ایک دوسری روایت میں ہے يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا عَذَابِ قَبْرِ كے بارے میں اتری ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اور عذابِ قبر کا تذکرہ کیا، اور ان سے کہا کہ اللہ آپ کو عذابِ قبر سے بچائے۔ ام المومنین نے عذابِ قبر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے پوچھا، آپ نے فرمایا ہاں عذابِ قبر برحق ہے، حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے اس کے بعد دیکھا جب بھی آپ نماز پڑھتے تو آپ عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ (فتح الباری: ابن حجر ۳/۲۳۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مدینہ کی دو یہودی عورتیں آئیں اور کہا کہ میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ان کی بات کا انکار کر دیا، مجھے اچھا نہیں لگا کہ ان کی باتوں کی تصدیق کروں، دونوں چلی گئیں، نبی ﷺ آئے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول!

مدینہ کی دو یہودوں آئی تھیں، وہ کہتی تھیں کہ مردوں کو قبر میں عذاب ہوگا، آپ نے فرمایا: ان کی بات درست ہے، ان کو ایسا عذاب ہوگا کہ چوپائے بھی سنیں گے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ نماز میں برابر عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ (اصح: مسلم بن حجاج قشیری ۱/۴۱۱)

نبی ﷺ عذاب قبر کی ہولناکی اور اس کے خطرے اور فتنے سے صحابہ کرام کو ڈراتے تھے، اور خود اللہ کے ذریعہ اس سے پناہ مانگتے تھے۔ آپ نے ایک بار خطبہ دیا اور اس میں عذاب قبر سے ڈرایا، اس حدیث کو حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ روایت کرتی ہیں کہتی ہیں کہ نبی کریم نے خطبہ دیا اور قبر کے اس فتنے کو بیان کیا جس سے آدمی دوچار ہوگا یہ سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ (فتح الباری ۳/۲۲۲)

جب سسکیاں بند ہوئیں اور لوگ معمول پر آئے تو قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے میں نے پوچھا کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے آخری بات کیا فرمائی تھی؟ انھوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم قبر میں دجال کے فتنے کے مثل آزمائے جاؤ گے۔ (جامع الاصول: ابن اثیر ۱/۱۷۰)

رسول معذبین کی آواز سنتے ہیں

قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اسے رسول سنتے ہیں لیکن انس و جن اسے محسوس نہیں کر سکتے، البتہ عبرت کے لئے بعض لوگوں کو بعض چیزیں سنائی یا دکھادی جاتی ہیں جانور اس عذاب کو محسوس کرتے ہیں، اسی لئے دیکھا جاتا ہے کہ قبرستان کے پاس سے گذرتے ہوئے کبھی کبھی جانور بری طرح بدک جاتے ہیں۔ اللہ نے نبی ﷺ کو اتنی قدرت دی تھی کہ قبر میں ہونے والے عذاب کو سنتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار نبی ﷺ بنو نجار کے ایک باغ میں اپنے خنجر پر سوار تھے اور ہم لوگ ساتھ تھے، اچانک یہ خنجر راستے

سے ہٹا اور بدک گیا، قریب تھا کہ آپ کو گرا دے، وہاں پر پانچ چھ قبریں تھیں، آپ نے پوچھا ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک صاحب نے کہا، میں پوچھا یہ کب فوت ہوئے ہیں؟ کہا یہ سب شرک پر مرے ہیں، آپ نے فرمایا یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جائے گی اور فتنے میں پڑے گی، اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں اس عذاب کو سنا دے جو میں سنتا ہوں۔

(صحیح: مسلم بن حجاج قشیری ۳/۲۱۹۹)

حضرت ابویوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ غروب شمس کے بعد نکلے اور آواز سنی کہ ایک یہودی کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

(جامع الاصول: ابن اثیر ۱۱/۱۷۲)

اسی طرح وہ حدیث مشہور ہے کہ نبی ﷺ کا گذر دو قبروں کے پاس سے ہوا آپ نے فرمایا ان کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی چیز کی وجہ سے نہیں، ایک اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیں رکھتا۔ (فتح الباری: ابن حجر عسقلانی ۳/۳۹۳)

قبر کے عذاب و ثواب کی کیفیت

یہ بات گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ قدرت عطا کر رکھی تھی کہ آپ عذاب قبر کو سن لیتے تھے۔ رسول کے علاوہ عبرت اور موعظت کے لئے اللہ تعالیٰ عام انسانوں کو بھی کبھی کبھی قبر کا عذاب دکھایا سنا دیتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے لوگوں کے لئے سونے اور بیداری کی حالت میں اس طرح کی چیزیں ظاہر ہوئی ہیں اور میرے پاس اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: جمعہ شیخ عبدالرحمن وابن محمد ۲۳/۲۷۶)

جو لوگ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”اور سونے والا سوتا ہے اور اس کی روح بیٹھتی ہے، اٹھتی ہے، چلتی ہے، گفتگو کرتی

ہے، اور بدن کے اندر بہت سا کام کرتی ہے اور اس کام کی وجہ سے اس کے بدن اور روح کو آرام ملتا ہے یا تکلیف ہوتی ہے جب کہ اس کا جسم لیٹا ہوتا ہے، اس کی آنکھ اور منہ بند ہوتا ہے، بدن کے اعضاء حرکت نہیں کرتے، کبھی کبھی اندرونی طاقت کی وجہ سے یہ حرکت میں آجاتے ہیں اور وہ کبھی کھڑا ہو جاتا ہے، چلتا ہے، بات کرتا ہے، چلاتا ہے یہ سب باطنی وقت کی بنا پر ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کا معاملہ میت کے ساتھ قبر میں ہوتا ہے، اس کی روح بیٹھائی جاتی ہے، اس سے سوال ہوتا ہے، روح لذت اندوز ہوتی ہے یا اس کو عذاب ہوتا ہے وہ چیختی ہے اور یہ اپنے جسم سے طلی ہوتی ہے اور میت اپنی قبر میں لیٹا ہوا ہوتا ہے اور کبھی یہ عذاب اتنا قوی ہوتا ہے کہ اس کے بدن پر ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی مردے کو قبر کے باہر دیکھا جاتا ہے اور میت عذاب میں مبتلا ہوتا ہے عذاب کے فرشتے اس پر مقرر ہوتے ہیں، اس کے بدن میں حرکت ہوتی ہے، وہ چلاتا ہے اور اپنی قبر سے نکل جاتا ہے، بہت سے لوگوں نے قبر میں ہونے والے عذاب کو سنا ہے، داخلی قوت کے اعتبار سے میت کو بیٹھا بھی دیا جاتا ہے لیکن یہ ہر میت کے ساتھ لازم نہیں ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے خواب دیکھنے کی حالت میں سونے والے آدمی کے بدن کے بیٹھنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ہر سونے والے کی یہی کیفیت ہو، بلکہ اس کا دار و مدار داخلی قوت اور طاقت پر ہے۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: جمعہ شیخ عبدالرحمن دلبہ محمد ۵/۵۷۵)

عبرت کے لئے اللہ تعالیٰ کبھی کبھار کسی کسی کو قبر کا عذاب دکھا دیتا ہے، ورنہ اسے ان مادی آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا، اور نہ ہی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ میت کے اٹھنے بیٹھنے کو ہم دنیا میں محسوس نہیں کر سکتے، یہ ایسے ہی ہے جیسے بغل میں کوئی سوتا ہے اور خواب میں دیکھتا ہے کہ اسے ہاتھی یا سانپ دوڑا رہا ہے یہ چلاتے ہوئے بھاگتا ہے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے لیکن بھاگ نہیں پاتا، سانپ کے کاٹنے یا کسی کے مارنے

سے اسے تکلیف ہوتی ہے یہ ساری کیفیت بغل میں سوئے ہوئے آدمی کے اوپر گذرتی ہے لیکن اس کے جاگنے والے ساتھی کو قطعاً اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ دوست پر کیا بیت رہی ہے، یہی حال مردوں کا ہے کہ ان پر کیا بیت رہی ہے؟ کیا عذاب ہو رہا ہے؟ کس طرح کی نعمتوں کی بارش ہو رہی ہے؟ اس کو دیکھا نہیں جاسکتا، قبر میں رکھے جانے کے بعد جب سوال و جواب ہو جاتا ہے تو جنت یا جہنم کے دروازے کھلتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث میں اس کی تفصیل آئی ہے کہ جب منکر نکیر بندے سے سوال کرتے ہیں اور وہ صحیح جواب دے لے جاتا ہے تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے صحیح کہا ہے، اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھا دو، اور جنت کی ایک کھڑکی کھول دو، پھر اس کی شاندار تروتازہ اور خوشبودار ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر تا حد نگاہ کشادہ کر دی جائے گی۔ میت کے پاس بڑی حسین شکل کا ایک آدمی آئے گا جس کا کپڑا بڑا اچھا ہوگا، بہترین خوشبو سے معطر ہوگا، وہ کہے گا تم مسرور کرنے والی خبر کی بشارت قبول کرو، جس میں لازوال نعمتیں ہیں۔ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا تھا۔ قبر میں رکھا ہوا مردہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ تم کو خیر کی بشارت دے۔ تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ ایسا ہی ہے کہ وہ اچھی خبر سنائے، اچھی شکل والا آدمی کہے گا کہ میں تمہارے نیک اعمال ہوں، تم اللہ کی عبادت اور اطاعت میں بہت تیز تھے اور اس کی نافرمانی میں کافی سست اور اس کے قریب نہیں جاتے تھے، اللہ تم کو اس کا حسین صلہ دے، پھر اس کے لئے جنت اور جہنم کا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تم نافرمانی کرتے تو تمہارا ٹھکانہ یہ ہوتا، اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کی وجہ سے تم کو جنت میں ٹھکانہ دیا ہے۔ جب یہ جنت اور اس کی شاندار نعمتیں دیکھے گا تو کہے گا اے اللہ! قیامت جلد قائم کر، تاکہ میں اپنے اہل و عیال اور مال کی طرف پلٹ کر جاؤں۔

اسی طرح جب کافر یا فاسق آدمی سے سوال کیا جائے گا اور صحیح جواب نہ دے سکے گا تو آسمان سے پکارنے والا آواز دے گا اس نے جھوٹ کہا اس کے لئے جہنم کے پچھونے بچھا دو اور جہنم کی کھڑکی کھول دو اور پھر جہنم کی لو، تپش اور سخت اذیت ناک ہوائیں آئیں گی اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کی قبر اس طرح تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جائیں گی اور اس کے پاس ایک خراب شکل کا آدمی آئے گا جو بھدا، بد بودار اور انتہائی خراب کپڑا پہنے ہوگا اور کہے گا تمہارے لئے بری خبر کی بشارت ہے یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ کہے گا کہ تیرے کو بھی بری خبر کی بشارت ہو، تو ہے کون؟ تیرا چہرہ ایسا ہی لگ رہا ہے کہ وہ بری خبر سنائے، وہ جواب دے کہ میں تمہارا برائے عمل ہوں، تم کو میں نے دیکھا کہ تم اللہ کی نافرمانی اور معصیت میں بڑے تیز تھے اور اطاعت کرنے میں بڑے کاہل اور سست، اللہ تم کو برا بدلہ دے، پھر اس کے اوپر اندھا، بہرا اور گونگا فرشتہ متعین کر دیا جائے گا جس کے ہاتھ میں ایسا ہتھوڑا ہوگا جسے اگر پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے، یہ فرشتہ اسی سے اس کو مارے گا اور وہ مٹی ہو جائے گا، پھر وہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا، فرشتہ دوبارہ گرز مارے گا تو وہ بہت تیز چلائے گا، انسان و جنات کے علاوہ سب اس کو سنیں گے، جہنم کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور اس کے لئے بد بودار پچھونا بچھا دیا جائے گا اور یہ آدمی کہے گا اے اللہ! قیامت قائم نہ کر۔ (المند: امام احمد بن حنبل ۴/۲۷۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب مومن بندہ (قبر میں) صحیح جواب دے لے جاتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھو اس کے بدلے اللہ نے تم کو جنت میں ٹھکانا دیا ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا۔ اسی طرح کافر اور منافق جب صحیح جواب نہ دے پائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تم نے جانا اور نہ پڑھا، پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے

دونوں کانوں کے بیچ میں مارا جائے گا تو وہ مارے درد کے چلائے گا، اس بھیا تک آواز کو انسان و جنات کے علاوہ سب سنیں گے۔

سنن ترمذی میں ہے کہ مومن بندہ جب صحیح جواب دے لے جائے گا تو فرشتہ کہے گا کہ ہم جانتے تھے کہ تم یہی جواب دو گے، پھر اس کی قبر کشادہ اور خوب روشن کر دی جائے گی، پھر اس سے کہا جائے گا کہ اس دلہن کی طرح سو جاؤ جسے اس کا محبوب ہی جگائے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس جگہ سے اٹھائے۔

منافق جب جواب نہ دے پائے گا تو فرشتہ کہے گا کہ ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے، پھر زمین سے کہا جائے گا کہ چپک جاؤ، تو زمین اس طرح بھینچے گی کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جائیں گی۔ یہ عذاب ایسے ہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اٹھائے۔ (اسنن: ابویسلی ترمذی ۳/۲۸۲)

ان تفصیلات کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے اور یہ عذاب روح کو بھی ہوگا اور بدن کو بھی، لیکن اس کی کیفیت کو ہم نہیں جان سکتے اور نہ ہی مشاہدہ کر سکتے ہیں، یہ ان امور میں سے ہے جن پر ایمان لانا واجب ہے اور عقلی گھوڑا دوڑانا ممنوع، آدمی کی لاش چاہے دفن کی گئی ہو یا سمندر میں ڈالی گئی ہو، یا جلا کر راکھ پہاڑوں کی چوٹیوں، جنگلوں اور سمندروں میں بکھیر دیئے گئے ہوں، ہر حال میں اللہ ان کو اکٹھا کرنے پر قادر ہے اور اس کی قوت و طاقت اور گرفت سے ایک ذرہ بھی باہر نہیں، ان کو اکٹھا کر کے بھی عذاب دے سکتا ہے اور جو ذرہ جہاں پڑا ہے وہاں پر بھی، جینوم کے حیرت انگیز سائنسی انکشاف نے اس کو سمجھنا بہت آسان کر دیا ہے۔

کیا مسلمان کو بھی قبر میں عذاب ہوگا؟

قبر کا عذاب کافروں اور منافقوں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ گنہگار

مسلمانوں کو بھی اس سے دو چار ہونا پڑے گا۔

تذکرہ میں علامہ قرطبی نے عبدالحق اشہیلی کا قول نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ: جان لو کہ قبر کا عذاب کافروں اور منافقوں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھی ہوگا اور عذاب و ثواب کا دار و مدار عمل اور کردار پر ہے۔ (التذکرہ: قرطبی ۱۳۶)

عذاب قبر کی قسمیں

قبر کے عذاب کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایسا عذاب جس کی ایک معینہ مدت اور حد ہے، جس کے ختم ہونے کے بعد عذاب منقطع ہو جائے گا، اور یہ بعض گنہگار تو حید پرست مسلمان ہیں، انہیں جرم کے مطابق سزا ملے گی اس کے بعد یا تو عذاب ہلکا ہو جائے گا یا ختم، عذاب میں تخفیف اس وجہ سے ہو سکتی ہے کہ بعض وہ نیک اعمال اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں جسے دنیا کی زندگی میں اس نے صدقہ جاریہ کے طور پر کیا تھا یا علمی سرمایہ چھوڑا تھا جس سے لوگ مستفید ہوتے تھے، یا اس کی صالح اولاد اس کے حق میں دعا کرتی تھی۔

۲۔ دوسرا عذاب وہ ہے جو برابر جاری رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

(مختصر الفقہ الاسلامی توجیری: ص ۲۰)

عذاب قبر کے اسباب

پچھلی بحثوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ میت کو قبر میں عذاب ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون کون سے گناہ ہیں جن کے ارتکاب سے آدمی کو مرنے کے بعد عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور چین و سکون چھن جائے گا، تو اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے مختلف احادیث میں کی ہے اور اس کے بہت سارے اسباب بتائے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

۲۔ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا اور چغلی کرنا

نبی ﷺ کا گذر دو قبروں کے پاس سے ہوا آپ نے فرمایا ”ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کا عذاب کسی بڑی چیز کی وجہ سے نہیں، ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے لکڑی کا ایک ٹکڑا لیا، اس کا دو حصہ کیا اور ہر ایک پر گاڑ دیا اور فرمایا ممکن ہے ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے یہاں تک کہ یہ لکڑیاں سوکھ جائیں۔

(فتح الباری: ابن حجر ۳/۲۳۲، ص ۱۲/۲۳۰)

حدیث میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے تو حقیقت میں یہ دونوں گناہ بڑے ہیں لیکن ان سے بچنا مشکل نہ تھا، یا ان کی نظر میں یہ بڑے نہ تھے لیکن شریعت اسے کبیرہ سمجھتی تھی۔

آپ نے عذاب کی وجہ سے قبر پر لکڑی گاڑی تھی یہ آپ کے ساتھ خاص ہے امت کے لئے مشروع نہیں، آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد کسی بھی صحابی نے کسی قبر پر لکڑی نہیں گاڑی تھی، اس لئے آپ کی اقتداء میں قبر پر ہری شاخ نہیں گاڑنی چاہئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودن میرے گھر آئی اور کہا کہ پیشاب کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوگا، میں نے کہا کہ تو جھوٹ کہتی ہے، اس نے کہا کیوں نہیں (عذاب ہوگا) ہم تو اس کی وجہ سے اپنا چمڑا اور کپڑا کاٹ دیتے تھے، نبی ﷺ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے، ہماری تکرار بڑھی اور آواز بلند ہوگئی، آپ نے پوچھا کیا ہو رہا ہے؟ میں نے یہودن کی بات بتادی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی بات صحیح ہے، اس کے بعد آپ نماز پڑھ کر ہمیشہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے، ”رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اعدننی من حور النار

وعذاب القبر۔“ (جامع الاصول: ابن اثیر ۱/۱۶۷)

بنی اسرائیل پر یہ لازم کیا گیا تھا کہ جہاں پیشاب لگے اسے قینچی سے کاٹ دیں، جن لوگوں نے کاٹنے سے منع کیا تھا ان کو عذاب ہوا تھا۔

حضرت عبدالرحمن بن حنبلہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بنی اسرائیل کے آدمی کے بارے میں جانتے نہیں ہو کہ اس کا انجام کیا ہوا؟ بنی اسرائیل کے کپڑے یا بدن میں پیشاب لگ جاتا تھا تو اس کو کاٹ دیتے تھے، ایک آدمی نے لوگوں کو کاٹنے سے روک دیا تو اس کی وجہ سے اس کو قبر میں عذاب ہوا۔

(صحیح الجامع الصغیر محمد ناصر الدین البانی ۱/۴۱۶)

نبی ﷺ نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ عام عذاب قبر پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوگا۔

خادم رسول حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پیشاب سے بچو اس لئے کہ عام عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوگا حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے: ”اکثر عذاب القبر من البول“ (السنن ابن ماجہ ۱/۱۲۵)

زیادہ تر عذاب قبر پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوگا۔

۳۔ مال غنیمت میں خیانت کرنا

مال غنیمت میں چوری کرنے کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ میں ایک غلام دیا، اس کا نام مدعم تھا، ایک بار مدعم آپ کی سواری کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک اسے ایک اندھا تیر لگا اور فوت ہو گیا، لوگوں نے کہا کہ انھیں جنت مبارک ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، وہ چادر جو اس نے خیبر کے مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے لے لی تھی، اس پر

شعلے بھڑکا رہی ہے۔ جب لوگوں نے سنا تو کوئی ایک تسمہ لایا اور کوئی دو، اور اسے نبی ﷺ کے سامنے رکھ دیا آپ نے فرمایا ایک تسمہ یادو تسمہ کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی سواریوں پر جن پر آپ کا سامان لدا ہوا تھا کر کرہ نام کا ایک آدمی نگران مقرر تھا، اس کی وفات ہوگئی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، یہ جہنمی ہے۔ لوگ اس کے سامان کے پاس گئے تو اس کے یہاں ایک عباملی جو اس نے تقسیم سے پہلے رکھ لی تھی۔

۴۔ ۷۔ جھوٹ بولنا، قرآن پر عمل نہ کرنا، زنا کرنا، سو دکھانا

جھوٹ بولنا، گناہ کبیرہ ہے۔ کذاب کونہ تو اللہ پسند فرماتا ہے اور نہ ہی دنیا کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت ہوتی ہے، اس کے اوپر سے سماج کا اعتبار اٹھ جاتا ہے اور لوگ اس کو دقار اور احترام کی نظر سے نہیں دیکھتے۔

قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کو پڑھا جائے، اسے سمجھا جائے، اس کے تقاضوں پر عمل کیا جائے اور دوسروں کو پڑھایا بھی جائے۔ ایک لمبی حدیث میں ہے۔
والسقرآن حجة لک أو علیک قرآن تمہارے لئے حجت اور دلیل ہوگا یا تمہارے خلاف دعویٰ کرے گا۔

زنا گناہ کبیرہ ہے اور بہت بڑی سماجی برائی ہے۔ جنسی بے راہ روی نے پوری دنیا کو ایڈز جیسے بے رحم ناگ کے منہ میں ڈال دیا ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ جب کسی قوم میں زنا عام ہوگا تو اس میں موت عام ہو جائے گی۔ اور وہ یہی ایڈز ہے۔ سو لینا دینا، اس میں کسی بھی طرح کا تعاون کرنا کبائر میں سے ہے۔ ان چاروں گناہوں کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ کی ایک لمبی حدیث میں آیا ہے۔ اس کے راوی حضرت سمرہ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز پڑھاتے تھے تو لوگوں کی طرف اپنا چہرہ مبارک کرتے اور پوچھتے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے

حضرت سمرہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی خواب دیکھے ہوتا تو بیان کرتا، آپ ﷺ فرماتے
 ماشاء اللہ۔ ایک دن اسی طرح ہم سے سوال کیا کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا
 ہے؟ ہم نے کہا نہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا لیکن میں نے دیکھا ہے۔ میرے
 پاس دو آدمی آئے انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ میں
 نے دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہے اور دوسرا آدمی کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا
 آنکڑا ہے، وہ اسی سے اس کا جڑا اچھاڑتا ہے یہاں تک کہ اسے گدی تک پہنچا دیتا
 ہے، پھر دوسرے جڑے کی طرف آتا ہے اس کو بھی پھاڑ کر گدی تک لے جاتا ہے،
 اتنی دیر میں پہلا جڑا صحیح ہو جاتا ہے پھر وہ آدمی (پہلے جڑے) کی طرف آتا ہے اور
 اسی طرح پھاڑتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ دونوں فرشتوں نے کہا آگے چلو، ہم
 چلے یہاں تک کہ ایک آدمی کے پاس آئے جو چیت لینا تھا اور ایک آدمی بھاری پتھر
 لئے سر کی طرف کھڑا تھا اور اس سے اس کا سر پھوڑ رہا تھا، ایک بار جب اس پر پتھر پختا
 تو پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا آدمی اسے لانے کے لئے جاتا اس کی طرف پلٹ کر آتا تو
 وہ پہلے کی طرح ٹھیک ہو جاتا، وہ پلٹ کر پھر اس کے سر پر پتھر مارتا، میں نے کہا یہ کون
 ہے؟ فرشتوں نے کہا آگے چلو، ہم چلے اور ایک سوراخ کے پاس آئے وہ تنور کے
 مانند تھا اس کا اوپری حصہ تنگ تھا اور نچلا حصہ کشادہ، نیچے سے آگ جل رہی تھی، جب
 آگ ان کے قریب آتی تو یہ لوگ اوپر آ جاتے یہاں تک کہ قریب تھا کہ باہر نکل
 جائیں، جب آگ بجھ جاتی تو اسی میں پلٹ جاتے، اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں،
 میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا کہ آگے چلو، ہم آگے چلے یہاں تک
 کہ خون کے ایک دریا کے پاس آئے، اس میں ایک آدمی تھا اور ایک دوسرا آدمی ایک
 بھاری پتھر لئے دریا کے کنارے کھڑا تھا، جب دریا کا آدمی نکلنے کا ارادہ کرتا تو
 کنارے والا آدمی بہت زور سے اس کے منہ پر پتھر مارتا اور یہ آدمی پلٹ کر اپنی جگہ

چلا جاتا، جب وہ پھر نکلنے کا ارادہ کرتا تو وہ اس کے منہ پر پتھر مارتا اور وہ اپنی جگہ پر لوٹ جاتا، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا آگے چلو، ہم چلے یہاں تک کہ ہم ایک شاداب باغ میں آئے، اس میں ایک بھاری درخت تھا، اس درخت کے پاس ایک بڑھا اور بہت سے بچے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے آگے پیڑ کے قریب ایک آدمی آگ جلا رہا تھا، وہ دونوں فرشتے مجھے لے کر پیڑ پر چڑھ گئے اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کیا جس کی طرح میں نے کبھی نہ دیکھا تھا، اس میں بڑھے، جوان، عورتیں اور بچے تھے، پھر مجھ کو وہاں سے نکالا اور پیڑ پر لے کر چڑھے اور ایک ایسے گھر میں لے کر گئے جو بہت ہی خوبصورت اور اچھا تھا، اس میں بڑھے اور جوان تھے۔ میں نے فرشتوں سے کہا کہ رات بھر تو آپ لوگوں نے مجھے گھمایا جو کچھ دیکھا ہوں اب اس کی تفصیل بتائیے، فرشتوں نے کہا ہاں، جس آدمی کو آپ نے دیکھا تھا کہ اس کا جڑا پھاڑا جا رہا ہے وہ کذاب اور جھوٹا تھا، وہ جھوٹ بولتا تھا لوگ اس کے جھوٹ کو لے لیتے تھے اور اس کی بات مشہور ہو جاتی تھی، تو اس کو اسی طرح قیامت تک سزا ملتی رہے گی۔ اور جس کو دیکھا تھا کہ اس کا سر پکلا جا رہا ہے تو یہ وہ آدمی ہے جسے اللہ نے قرآن کے علم سے نوازا تھا لیکن یہ راتوں کو سو جاتا تھا اور دن میں بھی اس پر عمل نہ کرتا تھا، تو اسی طرح اس کے ساتھ قیامت تک یہ عمل ہوتا رہے گا (اور سزا ملتی رہے گی) اور جن لوگوں کو سوراخ میں دیکھا تھا یہ زنا کار لوگ ہیں اور جو خون کے دریا میں تھا وہ سود کھانے والا ہے اور پیڑ کی جڑ کے پاس جو بڑھا تھا وہ حضرت ابراہیم ہیں اور ان کے پاس جو بچے تھے وہ سارے لوگوں کی اولاد تھی، اور جو آگ جلا رہا تھا وہ جہنم کا دار وند (مالک) ہے اور پہلا گھر جو آپ نے دیکھا تھا وہ عام مسلمانوں کا ٹھکانہ ہے اور یہ گھر (یعنی بعد والا) شہیدوں کا ہے، میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ اپنا سراٹھائیے میں نے اپنا سراٹھایا میرے اوپر بدلی کے مانند کوئی چیز تھی۔ فرشتوں نے کہا وہ تمہارا

ٹھکانہ ہے، آپ نے کہا مجھے اس میں داخل ہونے دو، انھوں نے کہا ابھی آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے پوری نہیں کی ہے، جب آپ پوری کر لیں گے تو اس میں آئیں گے۔
(فتح الباری: ابن حجر ۳/۲۵۱)

۸۔ قرض کی وجہ سے روح کا قبر میں روک لیا جانا

اگر کوئی آدمی مقروض ہے اور ادائیگی سے قبل فوت ہو گیا اور ورثہ میں سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو اس کی روح قبر میں روک لی جائے گی اور اسے عذاب ہوگا۔ شہید کا مقام و مرتبہ بہت بڑا ہے لیکن مقروض شہید بھی قرض کی وجہ سے مصیبت میں پڑے گا اور اس کی روح بھی روک لی جائے گی اور جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

سعد بن اطول بیان کرتے ہیں کہ ان کے بھائی کا انتقال ہوا، انھوں نے تین سو درہم اور اہل و عیال پیچھے چھوڑا، سعد کہتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ اس پیسے کو ان کے اہل و عیال پر خرچ کروں، نبی ﷺ نے مجھ سے کہا کہ ان کی روح قرض کی وجہ سے معلق ہے، جاؤ ان کا قرض چکا دو، میں نے ان کا سارا قرض اتار دیا، پھر میں آیا اور نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ قرض چکا دیا ہوں صرف دو درہم کا ایک عورت نے دعویٰ کیا ہے پر اس کے پاس گواہ نہیں، آپ نے فرمایا اسے دے دو وہ سچ کہتی ہے۔

(اسنن: ابن ماجہ ۲/۸۲، المسند: احمد بن حنبل ۴/۳۶)

حدیث ذیل میں بھی اس کی وضاحت آئی ہے کہ ایک صحابی اپنے قرض کی وجہ سے مجبوس تھے، حضرت سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور پوچھا کہ آل فلاں کا کوئی شخص ہے؟ قوم کے لوگ خاموش رہے، آپ نے کئی بار پوچھا کسی نے جواب نہ دیا، آخر قوم کا ایک آدمی کھڑا ہوا اور اپنی لنگی گھسیٹتے ہوئے پیچھے سے



اٹھا، نبی ﷺ نے پوچھا کہ پہلے کیوں نہیں بولے تھے میں نے بھلائی ہی کے لئے تمہارے قبیلے کا نام لیا تھا، فلاں آدمی اپنے قرض کی وجہ سے جنت سے روک دیا گیا ہے اگر چاہو تو اسے ادا کر دو اور اگر چاہو تو اسے اللہ کے عذاب کے حوالے کر دو، اگر تم ان کے اہل و عیال کو یا ان لوگوں کو دیکھو جو ان کے معاملے میں دلچسپی رکھتے ہیں تم تو ان کو بتا دو کہ وہ ان کی طرف سے ادائیگی کر دیں۔

(اسنن: ابوداؤد ۸۲/۲، السنن: نسائی ۱۱۲۳/۲، المستدرک ابو عبد اللہ حاکم ۲/۲۵، ۲۶)

۹۔ میت پر رونے سے عذاب ہوگا

شریعت نے میت پر رونے اور آنسو بہانے کی اجازت دی ہے، دل غمگین ہو، چہرہ افسردہ ہو، آنکھوں سے آنسو بہیں، لیکن جزع فزع نہ ہو، رونا آواز کے ساتھ نہ ہو اور نوحہ و ماتم کے قبیل کی کوئی چیز نہ پائی جائے تو یہ مستحب ہے۔ نبی اکرم ﷺ ابو سیف لوہار کے یہاں گئے وہ حضرت ابراہیم کے رضاع باپ تھے، نبی ﷺ نے ابراہیم کو اٹھایا اور ان کو چوما، پھر کچھ دنوں کے بعد گئے حضرت ابراہیم جاکنی کے عالم میں تھے نبی ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آنسو بہنے لگے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ بھی روتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا اے ابن عوف یہ نرم دلی اور رحمت ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے اپنی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہے، مگر ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو، اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ (فتح الباری: ابن جریر ۲۸۴/۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ حمد لی کے پیش نظر میت پر رونا مستحب ہے یہ تسلیم و رضا کے منافی نہیں، لیکن اگر کوئی میت سے اپنا نصیبہ چھن جانے کی وجہ سے روتا ہے تو یہ ناجائز ہے۔ (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ جمعہ شیخ عبدالرحمن وابنہ ۱/۴۷)

اس کے برعکس نوحہ و ماتم، سینہ کو بی، ہائے وائے کرنا، میت کے محاسن اور

خوبیوں کو بیان کر کے رونا چلانا، گریبان چاک کرنا، مصیبت پڑنے پر سر کا بال موٹڈ لینا اور محفل جما کر ماتم کرنا حرام اور امور جاہلیت میں سے ہے۔

میت پر رونے سے اس وقت عذاب ہوگا جب وہ نوحہ و ماتم کرنے کی وصیت کر گیا ہو یا اسے علم تھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کے گھر والے شرعی اصول و ضوابط کو ترک کر کے روئیں چلائیں گے اور نوحہ و ماتم کریں گے لیکن اس نے روکا نہیں، تو اس کی وجہ سے اس کی گرفت ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میت کے اہل و عیال کے بعض رونے کی وجہ سے اسے عذاب ہوگا۔ (فتح الباری: ابن حجر ۱۵۱/۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا تھا کہ بات ایسے نہیں ہے آپ نے فرمایا تھا کہ کافروں پر رونے کی وجہ سے اس کے عذاب میں اضافہ ہوگا، ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ (فاطر: ۱۸) اور قیامت کے دن بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

حضرت عائشہ کا اشکال یہ تھا کہ جب رونا میت کا فعل نہیں ہے تو ناکردہ جرم کی سزا اسے کیوں ملے؟ لیکن اگر غور کیا جائے تو رونے پر بسا اوقات اس کا حکم یا رضا مندی پائی جاتی ہے، اس لئے اس کی گرفت ہوگی، امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اس مسئلہ کے تعلق سے بہت حکیمانہ باب باندھا ہے۔

”نبی ﷺ کے اس فرمان کا بیان کہ میت پر نوحہ کرنے کی وجہ سے اسے عذاب ہوگا اگر نوحہ کرنے کا ان کے یہاں چلن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿قَسُواْ اَنْفُسَكُمْ وَاٰهْلِيكُمْ نَارًا﴾ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ ”کلکم راع ومسئول عن رعيته“ تم میں سے ہر آدمی نگران اور راعی ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، اگر نوحہ کرنا ان کا طریقہ نہیں ہے (یعنی ان کے یہاں اس کا رواج نہیں ہے) تو میت کو عذاب نہیں ہوگا اور یہ حضرت

عائشہؓ کی رائے کے موافق ہے ”وَلَا تَزْرُ وَازِرَةٌ وَزُرَّ أُخْرَى“۔

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بہت منطقی انداز میں تطبیق دی ہے کہ اگر نوحہ کرنے کا رواج اور چلن تھا تو آدمی کی ذمے داری تھی کہ لوگوں کو اس سے روکے، اس لئے ان کو نہ روکنے کی وجہ سے یہ گناہ کا مرتکب ہوا، لیکن اگر اس کے یہاں اس کا رواج نہ تھا اور نہ ہی اس نے رونے کی تلقین کی تھی تو میت اس سے بری ہے، وارث حضرات اس کے ذمے دار ہوں گے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں لکھا ہے، ”ببعض بکائہ علیہ“، بعض رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

(فتح الباری: ابن حجر ۱۵/۳)

معلوم ہوا کہ بعض رونا ایسا ہے جس سے عذاب نہ ہوگا اور وہ صرف آنسوؤں کا ٹکنا ہے، اشک بہیں لیکن زبان سے کچھ نہ نکلے۔ امام ترمذیؒ نے ”المیت یعذب ببعض بکائہ علیہ“ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ”بعض اہل علم نے میت پر رونے کو مکروہ قرار دیا ہے، ابن مبارک کا کہنا ہے کہ اگر ورثاء کو اپنی زندگی میں منع کر دیا ہے تو اس کو عذاب نہ ہوگا۔“ (اسنن: ابویسئیل ترمذی: ۳/۳۲۶)

علامہ قرطبی کہتے ہیں ”اگر نوحہ کرنا میت کے گھر والوں کا طریقہ (رواج، چلن) ہے تو اس پر عذاب ہوگا، جیسے کسی کہنے والے نے کہا تھا۔

اذا انامت فسانعی بما انا اہلہ وشقی علی الجیب یا ابنة معبد
جب میں مر جاؤں تو تم میری حیثیت کے مطابق نوحہ کرنا، اور اے بنت معبد تم اپنے
گریبان چاک کر لینا۔ (اتذکرۃ قرطبی: ۱۰۲)

عذاب قبر سے نجات دینے والی چیزیں

عذاب قبر کے اسباب کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے اعمال ہیں جن کے کرنے سے آدمی قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا اور اس کی برزخ

کی زندگی خوشگوار ہوگی۔ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ آدمی کو ہمیشہ موت کے لئے تیاری کرنی چاہئے، اور جس طرح دنیا کی کھیتی سرسبز و شاداب رہتی ہے اسی طرح آخرت کی کھیتی میں مختلف قسم کی فصلیں لہلہانی چاہئیں اور اس میں کبھی قحط سالی اور خشک سالی نہیں آنے دینی چاہئے۔ اور آخرت کی شاداب کھیتی سے معصیت اور گناہوں کے کانٹوں اور جھاڑیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہئے۔

موت ایک سفر ہے یعنی دار دنیا سے دار آخرت کی طرف کوچ کرنا اور یہ سفر بڑا پرخطر ہے، گویا آگ کا دریا ہے اور تیر کے جانا ہے، اس لئے زیادہ سے زیادہ نیکی کرنی چاہئے اور جن جن کاموں کے کرنے سے قبر کا عذاب ہوتا ہے ان سے دور رہے اور اپنے دامن کو ان سے داغدار نہ ہونے دے، اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرے، جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے دور رہے، اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرے، اللہ، رسول، والدین اور دوسرے حقوق کی ادائیگی میں تقصیر اور کوتاہی نہ کرے، ایمان، اعمال صالحہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد اور والدین کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ آدمی کی حفاظت کریں گے اور یہ اعمال قبر کے گہرے اور تاریک گڈھے میں بہت سہارا دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے کہ نیک اعمال آدمی کی قبر میں حفاظت کرتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی کھڑکھڑاہٹ کو سنتا ہے۔ اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر پر آ کر کھڑی ہو جائے گی، روزہ دہنی طرف، زکوٰۃ بائیں طرف اور نیک کام جیسے صدقات و خیرات، صلہ رحمی، بھلے کام اور لوگوں کے ساتھ احسان وغیرہ اس کے پاس آ جائیں گے، اس کے سر کی جانب سے آنے کی کوشش کی جائے گی تو نماز کہے گی میری طرف سے راستہ نہیں، پھر بائیں جانب سے آیا جائے گا تو زکوٰۃ کہے گی میری طرف سے راستہ نہیں، پھر دونوں پاؤں

کی جانب سے آیا جائے گا تو نیک کام کہیں گے ادھر سے داخل ہونے کی گنجائش نہیں، اس میت سے کہا جائے گا بیٹھو وہ بیٹھ جائے گا اور سورج ایسے انداز میں پیش کیا جائے گا کہ وہ غروب کے قریب ہوگا، اس سے پوچھا جائے گا کہ یہ آدمی جو تمہارے پاس بھیجے گئے تھے ان کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے تھے۔ اس سے کہا جائے گا تم اسی پر زندہ رہے اور اسی پر تمہاری وفات ہوئی اور اسی پر تم کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا پھر اس کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا یہ تمہارا ٹھکانہ ہے اور وہ چیزیں جن کو اللہ نے تمہارے لئے تیار کی ہیں یہ سن کر اس کا رشک اور فرحت و سرور دو بالا ہو جائے گا۔ پھر جہنم کی کھڑکی کھول دی جائے گی اور کہا جائے گا یہ تمہارا ٹھکانہ تھا، جسے اللہ نے تیرے لئے تیار کیا تھا، یہ اس وقت تم کو مٹا، جب تم اس کی نافرمانی کرتے، اس سے اس کی خوشی اور بڑھ جائے گی، سترگزینک اس کی قبر کشادہ اور روشن کر دی جائے گی۔

(اسنن: احمد بن شعیب نسائی ۳/۸۶، ۸۵)

عذاب قبر اور فتنہ قبر سے پناہ مانگنا

قبر اور اس کی آزمائش کا مرحلہ بڑا کٹھن اور دشوار ہے۔ نبی ﷺ نماز اور غیر نماز میں اللہ کے ذریعہ اس سے پناہ مانگتے تھے اور صحابہ کو اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

یہودیہ عورت والا قصہ گزر چکا ہے کہ ایک یہود نے حضرت عائشہؓ سے آکر کہا کہ اللہ آپ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے، تو حضرت عائشہؓ نے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ ہاں قبر میں عذاب ہوگا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ پھر آپ ہمیشہ نماز کے بعد اس سے پناہ مانگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا

پڑھتے تھے:

”اللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجَبَنِ وَالْهَرَمِ
وَالْبَخْلِ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا
وَالْمَمَاتِ“
(الصّحیح: مسلم حجاج قشیری ۹/۱۷۱/۲۹)

اے اللہ میں تیرے ذریعہ عجز، سستی، در ماندگی، بزدلی، بخیلی اور بڑھاپے
سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیرے ذریعہ عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں، اور تیرے
ذریعہ موت اور زندگی کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا
پڑھا کرتے تھے:

”اللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَائِمِ وَالْمَغْرَمِ
وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ“
(بخاری: ابن حجر عسقلانی ۱۱/۱۷۶)

اے اللہ میں تیرے ذریعہ سستی، بڑھاپا، گناہ، قرض، فتنہ قبر اور عذاب قبر
سے پناہ مانگتا ہوں۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا تھا:

”تَعُوذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ“
(الصّحیح: مسلم بن حجاج قشیری ۹/۱۷۱/۲۰۲)

”تم لوگ عذاب قبر سے پناہ مانگو تو صحابہ کرام کہتے تھے ہم اللہ کے ذریعہ
عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہیں۔

اسی طرح فرمایا:

”اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَاِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ حَقٌّ“

(السّند: امام احمد بن حنبل شیخانی ۶/۸۱)

اللہ کے ذریعہ عذاب قبر سے پناہ مانگو، اس لئے کہ عذاب قبر برحق ہے۔
 آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو چار چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا تھا۔ عذاب
 قبر، عذاب جہنم، دجال کے فتنے اور زندگی و موت کے فتنے سے۔
 نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کو یہ دعا ایسے ہی سکھاتے تھے جیسے لوگوں کو سورہ فاتحہ
 یاد کرواتے تھے:

”اللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ
 الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا
 وَالْمَمَاتِ“ (اصحح: مسلم بن حجاج قشیری ۳/۵/۸۷ سنن: احمد بن حنبلہ ۳/۴/۸۵)

اے اللہ! ہم تیرے ذریعہ جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں اور میں
 تیرے ذریعہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے ذریعہ زندگی اور موت کے
 فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

وہ لوگ جو عذاب قبر اور اس کی آزمائش سے محفوظ رہیں گے
 ا۔ شہید:- شہید معرکہ قبر کی آزمائشوں سے محفوظ رہے گا۔ اس کی صراحت حدیث
 ذیل میں آئی ہے:-

عن المقداد بن معدیکرب عن رسول اللہ ﷺ قال: للشہید
 عند اللہ ست خصال، یغفر له فی اول دفعة من دمه، ویرى مقعده
 من الجنة ویجار من عذاب القبر، ویامن من الفزع الاکبر ویحلی
 حلة الایمان، ویزوج من الحور العین، ویشفع فی سبعین انسانا
 من اقاربه۔

(صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۱۲۹ مشکوٰۃ المصابیح ۲/۳۵۸، التعلیق الرغیب ۲/۱۹۴ (للشیخ الالبانی)
 علامہ محمد ناصر الدین رحمہ اللہ نے اس کی سنکوجیح قرار دیا ہے)

حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ شہید کو اللہ تعالیٰ کے یہاں سات چیزیں حاصل ہوتی ہیں، شہید ہوتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے، جنت میں اس کا جو ٹھکانہ ہے اسے دکھایا جاتا ہے، جہنم کے عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے، سب سے بڑی گھبراہٹ سے مامون کر دیا جاتا ہے، اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے، حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے اور اس کے ستر قرابت داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

۲۔ حدود کی نگرانی کرتے ہوئے فوت ہونے والا

اسلامی ملک کے حدود کی نگرانی کرنے اور دشمنوں کو روکنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اگر آدمی حدود کی نگرانی کرتے ہوئے فوت ہو گیا تو فتنہ قبر اور اس کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ حدیث ذیل میں اس کی صراحت آئی ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال: من مات مرابطاً فی سبیل اللہ أجرى علیہ عملہ الصالح الذی کان یعمل وأجرى علیہ رزقہ وأمن من الفتان وبعثہ اللہ یوم القیامۃ آمناً من الفزع (صحیح سنن ابن ماجہ: محمد ناصر الدین البانی ۱۲۳/۲ التعلیق الرغیب ۹۶/۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں مورچہ بندی کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو اس نے دنیا میں جو عمل صالح کیا ہے اس کا ثواب ہمیشہ ملتا رہے گا اور جنت میں اس کی روزی جاری کر دی جائے گی، فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے روز ہر خوف اور گھبراہٹ سے بچا رہے گا۔

۳۔ جمعہ کے دن مرنے والا

اس کی صراحت ترمذی کی اس روایت میں آئی ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی ﷺ قال: ما من مسلم يموت يوم الجمعة الا وقاه الله فتنه القبر

(السنن ابو عیسیٰ ترمذی ۳/۳۸۶، المسند: امام احمد بن حنبل شیبانی ۲/۱۶۹)

حضرت عبد اللہ بن عمرو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن فوت ہوا، اللہ اسے فتنہ قبر سے محفوظ رکھے گا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اپنی تمام سندوں کے ساتھ صحیح یا

حسن ہے۔ (اکام الجنازہ: محمد ناصر الدین البانی ص ۳۵)

۴۔ درد شکم سے مرنے والا

اس کی بابت مسند احمد میں یہ روایت مروی ہے:

عن عبد اللہ بن یسار قال: كنت جالسا مع سليمان بن سرد و خالد بن عرفطة وهما يريدان ان يتبعوا جنازة مبطون فقال احدهما لصاحبه الم يقل رسول الله ﷺ من يقتله بطنه فلن يعذب في قبره فقال: بلى

عبد اللہ بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں سلیمان بن سرد اور خالد بن عرفطہ کے ساتھ بیٹھا تھا، یہ دونوں درد شکم میں فوت ہونے والے ایک آدمی کے جنازے میں شریک ہونا چاہتے تھے، ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ جس کو اس کا پیٹ قتل کر دے (درد شکم میں فوت ہو جائے) تو اس کو قبر میں عذاب نہ ہوگا، دوسرے نے کہا کیوں نہیں، (آپ نے فرمایا تھا)

☆☆☆

فصل ثالث

موت ایک عظیم ناصح

پچھلے صفحات میں موت، سكرات، قبر، اس کے عذاب اور اس کی ہولناکیوں کا تذکرہ کیا گیا، یہاں موت کو بحیثیت داعظ اور ناصح پیش کیا جا رہا ہے۔

دانشور وہ ہوتا ہے جو حادثات سے عبرت پکڑتا ہے اور اپنے اوپر مصیبت آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری کرتا ہے۔ عقلمند وہ ہے جو دوسروں کی موت سے خوف کھاتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ جس طرح آج یہ آدمی موت کے خوئی اور آہنی پنجوں کا شکار ہو گیا اور اسے کوئی نہ بچا سکا، اسی طرح ضرور ہماری باری آئے گی اور ہم بھی اس کے خطرناک حملے کا کسی طرح بھی مقابلہ نہ کر پائیں گے۔ بعض زاہدوں سے پوچھا گیا کہ سب سے بلیغ وعظ کیا ہے؟ کہا، مردوں کو دیکھنا۔ (الذکرۃ: قرطبی ص ۹۹)

تذکرہ میں علامہ قرطبی رقم طراز ہیں:

”جان لو کہ موت گھبرادینے والی، پریشان کردینے والی اور بہت ناپسندیدہ چیز ہے۔ یہ وہ جام ہے جس کا مزہ بڑا تلخ ہے۔ یہ لذتوں کا کاٹنے والی، عیش و عشرت اور آرام و آسائش کو ختم کرنے والی ہے۔ یہ ناپسندیدہ چیزوں کو کھینچ کر لانے والی ہے، یہ تمہارے جوڑوں کو الگ کر دے گی، بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی اور جسم کے اعضاء و جوارح اور دلوں کو ہلا دینے والی ہے جس دن یہ نازل ہوگی وہ بڑا ہی کرہناک اور المناک دن ہوگا۔“

(الذکرۃ: قرطبی ص ۲۳)

موت کے بارے میں غور و فکر کرنا

جس طرح زندگی اللہ کی حیرت انگیز نشانی ہے اسی طرح موت بھی اس کی قدرت کاملہ کا بین ثبوت ہے۔ موت زندگی کا ضد ہے اور یہ بھی زندگی سے کم تعجب خیز

نہیں ہے۔ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾
(البقرہ: ۲۸)

تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے، اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مار ڈالے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ایک اعرابی اونٹ پر سفر کر رہا تھا، چلتے چلتے اونٹ گر اور مر گیا، اعرابی اتر گیا اور اس کے گرد گھومنے لگا اور غور کرنے اور کہنے لگا، کیا بات ہے تم اٹھتے کیوں نہیں؟ تم کھڑے کیوں نہیں ہوتے؟ تمہارے ہاتھ پاؤں تو بالکل صحیح سالم ہیں، کیا بات ہے؟ وہ کیا چیز تھی جو تم کو اٹھائے ہوئے تھی؟ وہ کون سی چیز تھی جس کی وجہ سے تم حرکت کرتے تھے؟ کس نے تم کو گرادیا؟ کس نے تم کو نقل و حرکت سے روک دیا؟ پھر اونٹ کے سلسلہ میں حیرت و استعجاب میں ڈوبا ہوا وہاں لوٹا۔ (الذکرہ ص ۴)

واعظین کی نصیحتوں کے نمونے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نصیحت فرماتا ہے اور کہتا ہے:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (المر: ۳۰)

تم بھی مر جاؤ گے اور یہ لوگ بھی مر جائیں گے۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ اے محمد جتنا چاہو جو لیکن آپ مرنے والے ہیں، جس سے چاہو محبت کرو لیکن اس سے جدا ہونے والے ہو، جو چاہو کرو آپ کو اس کا بدلہ ملنے والا ہے اور جان لو کہ مومن کا شرف قیام اللیل میں اور اس کی قوت اور تو نگری لوگوں سے بے نیازی میں ہے۔ (سلسلہ الاحادیث الصحیحہ محمد ناصر الدین البانی ۲/۵۰۵)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ دنیا میٹھ پھیر کر جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے

اور ہر ایک کی اولاد ہیں، اس لئے تم لوگ آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو۔ آج عمل کرنا ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہیں۔

(بخاری ابن حجر عسقلانی ۱۱/۲۳۹)

کسی داعظ نے کہا تھا ”اے فریب خوردہ انسان موت، سکرات، اور اس کے تلخ جام اور کڑوے گھونٹ کے بارے میں غور کر، موت کا وعدہ کتنا سچا ہے اور حاکم کتنا عادل اور انصاف ور، لوگوں کے دلوں کو گھبرا دینے، ہلا دینے، آنکھوں کو رولا دینے، پوری جماعت کو خوف زدہ کرنے، لذتوں کو کاٹنے اور تمام آرزوؤں پر پانی پھیرنے کے لئے موت کا تصور کافی ہے۔“

ابن آدم! تم نے حیات سے موت اور کشادگی سے تنگی کی طرف منتقل ہونے کے سلسلے میں غور کیا؟ سوچو! تم لمبی چوڑی کشادہ دنیا سے چند گز کی قبر میں اتار دیئے جاؤ گے، دوست احباب اور رفقاء تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے، بھائی بند بھی الگ ہو جائیں گے اور تمہیں تمہارے بستر اور تکیہ سے اٹھا کر قبر کی گہرائی میں ڈال دیں گے، اور نرم گرم حسین بستر اور شاندار تکیہ کی بجائے مٹی کے بستر پر لٹا دیں گے، چاروں طرف مٹی، وحشت کا عالم اور تم اکیلے، اے مال کے بٹورنے والے، اونچے اونچے محل تعمیر کرنے والے، اس مال میں سے سوائے کفن کے تیرا کچھ نہیں اور یہ کفن بھی تیرا سڑ گل جائے گا اور تیرا بدن کیڑوں کی خوراک بن جائے گی۔

دنیا میں جو تم نے اکٹھا کیا تھا وہ کہاں گیا؟ کیا موت اور قبر کی ہولناکیوں سے اس نے تم کو بچایا، ہرگز نہیں، کوئی بھی تیرے کام نہ آیا، تم نے تو اسے ان کے لئے چھوڑا جو تیرے شکر گزار بھی نہیں اور تم اپنے گناہوں اور خطاؤں کے ساتھ ایسی ہستی کے پاس آئے جو تم کو معذور نہ سمجھے گا۔ (تذکرۃ قرطبی ص ۹)

علامہ قرطبی نے ”تذکرۃ“ میں یزید رقاشی کا ایک قول نقل کیا ہے جس میں

عاقلوں اور پرہیزگاروں کے لئے عبرت ہے وہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ”بڑی بڑی موت کے بعد تیری طرف سے کون نماز پڑھے گا؟ موت کے بعد تیری طرف سے کون روزہ رکھے گا؟ مرنے کا بعد تیری جانب سے تیرے رب کو کون خوش رکھے گا؟ پھر انھوں نے کہا لوگو! تم اپنی باقی زندگی میں روتے اور آہ و فغاں کیوں نہیں کرتے؟ وہ شخص جس کا قبر انتظار کر رہی ہے، قبر اس کا گھر ہے، مٹی اس کا بچھونا ہے، کپڑے مکوڑے اس کے ساتھ ہیں، اس کے علاوہ سب سے زیادہ گھبرا دینے والی چیز کا منتظر ہے، اس کا کیا ہوگا؟ (تذکرہ: قرطبی ص ۹)

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

اے مغرور و فریب خوردہ انسان تصور کر کہ تو جاں کنی کے عالم میں مبتلا ہے، تیرے منہ سے آہ کی دلخراش اور دلہ وز آوازیں نکل رہی ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں نے وصیت کی ہے اور اپنا مال گناہ ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کی زبان بھاری ہو گئی ہے وہ تو پڑوسیوں کو بھی نہیں پہچانتا اور بھائیوں سے بات نہیں کرتا، گویا کہ میں تم کو دیکھ رہا ہوں، تم باتیں سن رہے ہو لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں۔

اے ابن آدم تصور کرو جب تجھے تیرے بستر سے اٹھا کر چوکی پر لٹا دیا جائے گا اور نہلانے والا نہلانے گا اور تمہیں سفید کفن میں لپیٹ دیا جائے گا، اہل و عیال پڑوسی تم سے وحشت محسوس کریں گے، بھائی، بند اور دوست و احباب زار و قطار روئیں گے اور آنسو بہائیں گے، غسل دینے والا کہے گا کہاں ہے ان کی بیوی جو ان کے ساتھ رہتی تھی، کہاں ہیں یتیم بچے جن کو ان کا پدر چھوڑ کر چلا گیا، آؤ اور انھیں دیکھ لو، اس کے بعد تمہیں ان کی صورت دیکھنے کو نہیں ملے گی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں نے مجھے ہنسایا اور تین چیزوں نے رلا یا، دنیا دار اور دنیا بنورنے والے نے مجھے ہنسایا جب کہ موت اس

کا پیچھا کر رہی ہے اور غافل جس کی ساری حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھی جا رہی ہے اور منہ بھر کہنے والا جسے یہ پتہ نہیں ہے کہ اس سے اللہ خوش ہو یا ناخوش۔ مجھے حضرت محمد ﷺ اور آپ کے قدسی صفات صحابہ کی جدائی، سکرات الموت اور اللہ کے حضور پیشی نے رلایا، جس دن کوئی راز راز نہ رہ جائے گا اور پھر نہیں معلوم کہ آدمی جنت کی طرف جائے گا یا جہنم کی طرف۔

(تذکرۃ: قرطبی: ص ۸)

ابوالدرداء اور ابوذر (رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں تم مرنے کے لئے پیدا ہوئے ہو اور دیران کرنے کے لئے آباد کرتے ہو اور صرف اسی چیز کو آباد کرنے کی کوشش کرتے ہو جو فنا ہو جائے گی اور ان چیزوں کو چھوڑ رہے ہو جو باقی رہے گی۔

(کتاب الزہد والرتاق: عبداللہ بن مبارک، ص ۸۸)

علامہ قرطبی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اے انسان وہ مال کہاں ہے جسے تو نے مشکل گھڑیوں کے لئے اکٹھا کیا تھا، موت کے وقت تیرے دونوں ہاتھ خالی ہیں، مالداری کے بعد تم فقیر اور مسکین ہو گئے، اے گناہوں کے عوض گروہ رکھا ہوا آدمی! تیری صبح کیسی رہی؟ اور اے وہ شخص جس کو اس کے اہل و عیال اور ملک و وطن سے چھین لیا گیا اور ان سے دور کر دیا گیا۔ (تیری کیا حالت ہے) بھلائی کے راستے مخفی اور پوشیدہ نہ تھے لیکن لے سفر کے لئے تم نے زاد راہ لینے کا اہتمام نہیں کیا، اے فریب خوردہ انسان! کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ تو ضرور یہاں سے کوچ کرے گا اور وہاں قیل و قال کچھ فائدہ نہ دے گا، بلکہ اللہ عزیز و جبار کے سامنے تمہارے سارے کالے سفید اعمال ظاہر ہوں گے، اگر اللہ نے رحم کیا تو ٹھکانہ جنت ہوگا اور اگر یہ نہ ہو تو جہنم میں جلنا ہوگا (اور آگ کا اوڑھنا بچھونا ملے گا) کب تک یہ تساہل اور غفلت شعاری؟ کیا تم یہ تصور کرتے ہو کہ یہ معاملہ چھوٹا ہے اور آنے والی مصیبت آسان ہے؟ کیا تم یہ خیال کئے بیٹھے ہو کہ جب کوچ کا وقت آئے

گا تو تمہارے حالات تمہیں فائدہ پہنچائیں گے؟ یا تمہارا مال تم کو اس وقت بچالے گا جب تمہارے اعمال تجھ کو ہلاکت میں ڈالیں گے؟ یا جب تیرے پیر پھلسیں گے تو تیرے دوست تیری مدد کریں گے؟ یا تیرے قبیلہ یا خاندان کے لوگ اس وقت تجھ پر رحم کھائیں گے جب قبر تجھ کو دبائے گی؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں تمہارا گمان اور تصور غلط ہے اور ضرور تم جان لو گے کہ کفاف اور برابر سرا بر پر قانع نہ ہوئے، حرام سے آسودہ نہ ہوئے اور نصیحت کی باتوں کو سنا نہیں۔ وعید کی باتوں سے تھرائے نہیں، تمہاری حالت یہ تھی کہ خواہشات نفس کے غلام تھے اور اندھی اونٹنی کے مانند بنا سوچے سمجھے ادھر ادھر چلتے تھے، مال میں بڑھوتری اور تکاثر کا مزاج کا رفرما تھا اور یہ چیز تم کو بہت پسند تھی، آنے والی زندگی کے بارے میں تم فکر نہ کرتے تھے، نیک کاموں میں غفلت کی چادر اوڑھ کر سونے والے اور غلط کاموں میں بیدار، کب تک یہ غفلت شعاری اور ست روی؟ کیا تم یہ سوچتے ہو کہ ایسے ہی بیکار چھوڑ دیئے جاؤ گے اور کل تمہارا حساب نہ ہوگا؟ یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ موت تم سے رشوت لے گی اور تمہیں کچھ مہلت دے دے گی؟ ہرگز نہیں موت کے خطرناک حملے سے مال و اولاد بچا نہیں سکتے، صرف نیک اعمال ہی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، خوشخبری اور حسین زندگی ان کے لئے ہے جنہوں نے سنا اور اس کو یاد کیا اور وعدوں کو عملی جامہ پہنایا، خواہشات کا غلام نہ بنا اور یہ جانا کہ کامیاب وہ ہوگا جو پرہیزگار ہوگا اور انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کیا اور اپنی کاوش کا ثمرہ اور نتیجہ پائے گا، اس لئے غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ، نیک اعمال کو اپنے لئے زاد راہ بناؤ، تم نیکو کاروں کے بلند اور اونچے مقامات کی آرزو نہ کرو جب کہ تم گناہوں کے انبار پر کھڑے ہو اور تم عمل سے بے نیاز، اس کے بعد یہ شعر پڑھا

تزوّد من معاشک للمعاد وقم لله و اعمل خیر زاد

تو زندگی میں آخرت کے لئے زاد راہ اکٹھا کر اور اللہ کی عبادت اور نیک کام میں لگا رہ۔

ولا تجمیع من الدنیا کثیرا فان المال یجمع للنفاذ
دنیا میں زیادہ مال نہ بٹور اس لئے کہ مال ختم ہونے کے لئے اکٹھا کیا جاتا ہے۔

أترضی ان تکون رفیق قوم لهم زاد وانت بغیر زاد
کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تم ایسی قوم کے ساتھی بنو جن کے پاس زاد راہ ہے اور تمہارے پاس کچھ نہیں۔
(تذکرۃ: قرطبی: ۹۱)

موت کے سلسلے میں شاعروں کی نصیحت کے چند پسندیدہ اشعار
شاعری ایک لطیف فن ہے، جس میں احساسات، جذبات اور وجدان کو عام طور سے موزوں اور مقفی عبارتوں میں ادا کیا جاتا ہے۔ یہ الفاظ و بیان، کلمات کی چستی، فصاحت و بلاغت اور مضمون کے اعتبار سے آدمی کے دل و دماغ پر مثبت یا منفی اثر ڈالتی ہے۔ اس کے ذریعہ بہت سی مردہ قوموں میں روح پھونکی گئی اور انھیں خواب غفلت سے بیدار کیا گیا اور ان کے قلب و جگر میں آگ لگا دی گئی۔ ذیل میں ہم موت کے تعلق سے چند اشعار نقل کر رہے ہیں، غور و فکر کرنے والوں کے لئے ان میں عبرت کا بہت سا سامان ہے۔

(ان اشعار کو میں نے القلیۃ الصغری: الجمع، کتاب الاوائل اور روضۃ العہلاء سے لیا ہے)

لا شیء مما تری تبقى بشاشته
جن چیزوں کو تم دیکھ رہے ہو ان کی بشاشت جاتی رہے گی، صرف اللہ باقی رہے گا اور مال و اولاد سب ختم ہو جائیں گی۔

لم تغن عن ہرمز یوما خزائنه
ہرمز کے خزانے نے اسے کسی دن بھی فائدہ نہ پہنچایا، قوم عادی نے کوشش کی کہ وہ ہمیشہ رہیں، لیکن وہ باقی نہ رہ سکے۔
والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا



ولا سليمان اذ تجرى الرياح له والانس والجن فيما بينها ترد
اور نہ ہی حضرت سلیمان کی شان و شوکت باقی رہی، جب کہ ان کے حکم سے ہوا میں
چلتی تھیں اور انسان و جنات ان کے درمیان آتے جاتے تھے۔

این الملوک التی کانت بعزتھا من کل أوب الیہا وافد یفد
وہ بادشاہ کہاں ہیں؟ جن کی سطوت اور شان و شوکت کی وجہ سے ہر طرف سے وفود آیا
کرتے تھے۔

حوض هنا لک مورد بلا کذب لابد من وردہ یوما کما وردوا
یہاں ایک حوض (موت) ہے اس پر یقینی طور پر ایسے ہی وارد ہونا ہے جیسے پہلے کے
لوگ اس پر وارد ہوئے ہیں (اور موت کا تلخ جام پیا ہے)

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:

مشیناھا خطا کتبت علینا ومن کتبت علیہ خطاً مشاھا
ہمارے اوپر کچھ قدم لکھ دیئے گئے تھے جسے ہم چلے اور جس کے لئے جو قدم (زندگی)
لکھ دیئے گئے (اور زندگی متعین کر دی گئی) وہ ان کو چلے گا یعنی جتنی زندگی مقرر کر دی
گئی ہے اس کو پوری کرے گا۔

وآرذاق لنا متفرقات فمن لم تاتہ منا أتاھا
اور ہماری روزیاں مٹی ہوئی ہیں، ہم میں سے جس کے پاس روزی نہ آئی وہ اس کے
پاس خود آئے گا۔

ومن کتبت منیتہ بأرض فلیس یموت بأرض سواھا
اور جس سرزمین میں کسی کی موت لکھ دی گئی تو اس کے علاوہ وہ کسی دوسری جگہ نہیں
مر سکتا۔

شاعر کہتا ہے:

اذا وليت قومًا ليلية فاعلم بأنك بعدها مسئول
اگر تم ایک رات بھی کسی قوم کے حاکم بنے ہو تو یہ جان لو کہ تم سے اس کے بارے میں
سوال ہوگا اور تمہارا حساب لیا جائے گا۔

و اذا حملت الى القبور جنازة فاعلم بأنك بعدها محمول
اور جب کسی مردے کو اٹھا کر قبر تک لے جاؤ تو یہ جان لو کہ تم کو بھی ایک دن اس کے
بعد اٹھا کر لے جایا جائے گا۔

ایک دوسرا شاعریوں نصیحت کرتا ہے:

تزود من الدنيا فانك لا تدرى اذا جن ليل هل تعيش الى الفجر
دنیا کی زندگی میں زود راہ اکٹھا کرو، اس لئے کہ تم نہیں جانتے ہو کہ جب رات آئے گی
تو تم صبح تک جیو گے یا نہیں (یعنی سورج تمہارے گھر پر طلوع ہوگا یا تمہاری قبر پر)

فكم من عروس زينوها لزوجها وقد اخذت ارواحهم ليلة القدر
کتنی ایسی لہنیں ہیں جنہیں ان کے شوہروں کے لئے سجایا گیا لیکن ان کی روح معینہ
رات میں قبض کر لی گئی۔

وكم من صغار ير جى طول عمرهم وقد ادخلت ارواحهم ظلمة القبر
اور کتنے ایسے چھوٹے بچے ہیں جن کی درازی عمر کی آرزو کی جارہی تھی لیکن ان کی روح
قبر کی تاریکی میں ڈال دی گئی (یعنی موت آگئی اور بچے کے سلسلے میں لوگوں کی ساری
آرزوئیں اور تمنائیں خاک میں مل گئیں)

وكم من سليم مات من غير علة وكم من سقيم عاش حيناً من الدهر
کتنے تندرست بنا بیماری کے مر گئے اور کتنے بیمار مدتوں جیتے رہے۔

وكم من فتي يمسي ويصبح لا هيا وقد نسجت أكفانه وهو لا يدري
اور کتنے ایسے نوجوان ہیں جو لہو و لعب میں صبح شام کرتے ہیں، حالانکہ ان کا کفن

(بازار میں) تیار ہے اور انھیں اس کا پتہ نہیں کہ چلنے کا وقت بالکل قریب ہے۔

وكم من ساكن عند الصباح بقصره وعند المساء قد كان ساكن القبر
اور کتنے ایسے لوگ ہیں جو صبح کو اپنے محلوں میں عیش کرتے تھے، لیکن شام کو قبرستان
کے باشندے ہو گئے۔

فكن مخلصاً واعمل الخير دائماً لعلك تحظى بالثوبة والأجر
اس لئے مخلص بنو اور برابر نیک کام کرو، تاکہ تمہیں اجر و ثواب سے نواز جائے۔

وداوم على تقوى الله فانها
اور اللہ کے تقویٰ پر مداومت اور ہمیشگی کرو، یہ میدان محشر کے خوف و ہراس اور
ہولنا کیوں سے امان بخشنے گا۔

دیکھئے یہ شاعر کتنے مخلصانہ انداز میں نصیحت کرتا ہے:

يا مقيما قد حان منه رحيل بعد ذالك الرحيل يوم عصب
اے مقیم! اس اقامت کے بعد کوچ کا وقت آ گیا ہے اور اس کوچ کے بعد کا دن بڑا
کٹھن اور مشکل ہے۔

ان للموت سكرة فارتقبها لا يداويك ان أتتك طيب
موت میں بڑی تکلیف ہوتی ہے تم اس کا انتظار کرو، جب وہ آئے گی تو ڈاکٹر اس کا
علاج نہ کر سکے گا۔

كم توانى حتى تصير رهينا ثم تاتيک دعوة فتجيب
تم کب تک مستی کرو گے اس وقت تک کہ (گناہوں کے عوض) گرومی ہو جاؤ پھر
تمہارے پاس موت کی دعوت آئے گی اور تم اسے قبول کرو گے۔

وتذكر يومًا تحاسب فيه ان من يذكر الممات ينيب
اور یاد کرو ایک دن تمہارا حساب ہوگا، جو موت کو یاد کرے گا یقیناً وہ اللہ کی طرف پلٹے گا

(اور اس کی عبادت کرے گا)

لیس من ساعة من الدهر الا للمنايا عليك رقيب
زمانے کی کوئی گھڑی ایسی نہیں گذرتی ہے مگر اس میں موت کی طرف سے تمہارے اوپر
نگراں ہوتے ہیں۔ (اور اس کا مختلف انداز میں حملہ ہوتا ہے)

كل يوم ترميك بسهم موت ہر دن تمہارے اوپر تیر چلاتی ہے، اگر آج یہ تیر خطا کر رہے ہیں تو ضرور با ضرور
کسی نہ کسی دن نشانے پر لگیں گے۔

شاعر کے یہ اشعار کتنے قیمتی اور عبرت انگیز ہیں:

الموت في كل يوم ينشر الكفنا ونحن في غفلة عما يراد بنا
موت روزانہ کفن کے پٹے پھیلاتی ہے اور جس مقصد کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے
ہم اس سے غافل ہیں۔

لا تطمنن الى الدنيا وبهجتها وان توشحت باثوابها الحسنات
دنیا اور اس کی خوبصورتی سے مطمئن نہ ہو جاؤ، چاہے یہ بہت ہی حسین و جمیل شکل میں
کیوں نہ آئے۔

ابن الأحبة والجيران ما فعلوا أين الدين هو كان لنا سكونا
دوست و احباب اور پڑوسی کہاں گئے؟ وہ لوگ کیا ہوئے جو ہمارے ساتھ رہتے تھے۔
سقاہم الموت كاسا غير صافية فصيرتهم لأطباق الثرى رهنا
موت نے انہیں کڑوا جام پلایا اور انہیں پیوند خاک کر دیا۔
شاعر کے یہ الفاظ کتنے معنی خیز ہیں:

كم ذا التواني والكسل كم ذا التشاغل والامل
کب تک یہ سستی اور کاہلی، یہ مصروفیت اور آرزو کب تک؟



حتی متی و الی متی یحصی علیک فلا تمل
کہاں تک اور کب تک؟ تمہارے خلاف گناہوں کو گن گن کر لکھا جا رہا ہے اور تم
برائیاں کرنے سے تھکتے نہیں۔

یا من یعز بنفسہ و عن الصلاح قد امتہل
اے وہ شخص جس کو اس کا نفس عزیز ہے لیکن نیک اعمال سے غافل ہے۔

ہل بعد شیب العارضین سوی التوقع للأجل
رخسار کے بالوں کے سفید ہونے کے بعد موت کے علاوہ کس چیز کی توقع ہے (یعنی یہ
موت کے آنے کا اشارہ ہے)

فالموت أقرب نازل والقبر صندوق العمل
موت بہت جلد آنے والی ہے اور قبر عمل کا صندوق ہے۔
حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جنت البقیع کی زیارت کے وقت یہ شعر کہا تھا،
اس کے اندر بڑی اثر انگیزی ہے۔

نادیت سكان القبور فأسکتوا وأجابهم عن صمتهم ترب الحصا
میں نے قبرستان کے باشندوں کو پکارا، لیکن وہ خاموش رہے ان کی طرف سے قبر کی مٹی
نے جواب دیا۔

قالت أتدری ما فعلت بساکنی مزقت لحمهم وخرقت الكسا
بولی جانتے ہو، میں نے اپنی آغوش میں سونے والے کے ساتھ کیا کیا؟ میں نے اس
کے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور کفن کو تارتا رہا۔

وحشوت أعینهم ترا با بعد ما كانت تأذی بالیسیر من القذی
اور میں نے ان کی آنکھوں میں مٹی بھری، جب کہ معمولی تینکے سے اس کو تکلیف ہوا
کرتی تھی۔

أما العظام فانسى مزقتها حتى تباينت المفاصل والشواء (۱)
میں نے ہڈیوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور جوڑ اور گوشت پوست سب کو الگ الگ کر دیا۔
ابوہلال عسکری نے اپنی مشہور کتاب ”الاوائل“ میں ایک جگہ یہ شعر نقل کیا ہے۔

قد تخطاك شباب و تغشاك مشيب
جوانی گئی اور بڑھاپا آ گیا۔

فاتى ما ليس بيمضى ومضى ما لا يئوب
ایسی چیز آئی (بڑھاپا) جو جائے گی نہیں اور جو گئی (جوانی) وہ آئے گی نہیں۔

جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی اور آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
فماهب لسقام لا يشفيه طيب
اس لئے تم ایسی بیماری کے لئے تیار رہو جس کا علاج ڈاکٹر نہ کر سکے گا۔

لا توهمه بعيدا انما الآتى قريب
تم اسے دور نہ تصور کرو، ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔

سکیتہ کہتی ہیں کہ ابوالعاصیہ نے مجھے بتایا کہ میں امیر المومنین ہارون رشید کے پاس گیا، جب مجھے دیکھا تو کہا ابوالعاصیہ؟ میں نے کہا، ہاں ابوالعاصیہ، ہارون نے کہا وہی جو شعر کہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں وہی جو شعر کہتا ہے، ہارون نے کہا مختصر انداز میں چند اشعار کے ذریعہ مجھے نصیحت کرو، تو میں نے یہ شعر پڑھا۔

لا تأمن الموت فى طرف وفى نفس ولو تمنعت بالحجاب والحرس
و اعلم بان سهام الموت قاصده
لکھل مدرع منا و مترس
ان السفينة لا تجرى على اليبس
ا۔ کسی نجیب الطرفین یا عام آدمی کے بارے میں موت سے بے خوف نہ ہو جاؤ، بھلے

(۱) استشهاد حسین: ابن کثیر ص ۱۳۶

ہی اس نے پہریداروں اور محافظوں سے اپنی حفاظت کا انتظام کر رکھا ہو۔
 ۲۔ یقین جانو کہ موت کے تیر ہرزہ پوش اور ڈھال والے کو پہنچ کر رہیں گے۔
 ۳۔ تم نجات کی توقع تو رکھتے ہو مگر اس کے راستوں پر چلتے نہیں، کہیں کشتی خشکی پر بھی چلتی ہے؟

ابوالعاصیہ کہتا ہے کہ یہ سن کر ہاروں بے ہوش ہو کر گر گیا۔
 (زحہ العقلاء و روضۃ العقلاء: ابو حاتم محمد بن حبان ہستی ص ۲۵۳)

اکبر الہ آبادی کہتے ہیں:

کیسے مکیں مکاں وہ بنائے چلے گئے
 کچھ کر و فر بھی اپنا بتائے چلے گئے
 گل رو تھے، گل بدن تھے، گل نو بہار تھے
 بادخزاں کے جھونکے میں آئے چلے گئے
 جو ریشم و حریر کو کرتے تھے زیب تن
 افسوس منہ چھپائے کفن میں چلے گئے
 بے توبہ ہو کے کچھ نہ کیا زاد آخرت
 شرم و گناہ سے منہ کو چھپائے چلے گئے
 دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ
 تخت زمین پر سیکڑوں آئے چلے گئے
 عبرت کی جا ہے اکبر دیکھا ہے ہم نے اکثر
 اونچے مکان والے نیچے زمیں کے سوئے

ان اشعار میں بڑی حکیمانہ اور بصیرت افروز باتیں ہیں، ان سے ہمیں عبرت
 پکڑنی چاہئے، عقلمند وہ ہوتا ہے جو ہر عمدہ اور اچھی بات کو اپنالیتا ہے اور اپنی دنیا و آخرت
 کو سنوارنے کے لئے دوسروں کی نصیحتوں اور تجربوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے۔

اصلاح نفس میں یاد موت کا موثر کردار

موت کی یاد آدمی کو ہمیشہ نیک کام کرنے پر ابھارتی رہتی ہے۔ اس کو یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ پتہ نہیں کب موت کا حملہ ہو جائے اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔ جب اس کا خوف ذہن و دماغ پر چھایا رہے گا تو حرص و آرزو، اور دنیا طلبی کی جڑ کٹ جائے گی اور دنیا اس کی نظروں میں حقیر ہو جائے گی، اور آدمی اپنی اصلاح کے لئے ہمیشہ کوشش کرتا رہے گا اور نیکیوں کا بھاری ذخیرہ اکٹھا کرنے میں کوتاہی نہ کرے گا، اگر غلط تصورات، برے خیالات اور ناجائز کام کی طرف میلان ہوتا ہے تو موت کی ہیبت ناک شبیہ اس کے کرنے یا قریب جانے سے روک دے گی اور وہ اپنے قدم پیچھے کر لے گا اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر گریہ و زاری کرے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ

”اکثروا ذکر ہاذم اللذات“ یعنی الموت

(السنن: ابویسی ترمذی ۴/۵۵۳، السنن: ابن ماجہ ۲/۱۴۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ لذتوں کو کاٹ دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔
موت کو کثرت سے یاد کرنے والے مومن کو سب سے زیادہ چالاک اور ہوشیار کہا گیا ہے۔

عن ابن عمر انه قال: كنت مع رسول اللہ ﷺ فجاء رجل من

الانصار فسلم على النبي ﷺ ثم قال: يا رسول الله ای المومنین

أفضل؟ قال احسنهم خلقاً، قال فای المومنین أكيس؟ قال اكثرم

للموت ذكراً، واحسنهم لما بعده استعداداً اولئك الأكياس۔

(اسنن: ابن ماجہ ۲/۱۴۲۳، مجمع الزوائد میں اس کی سند پر کلام کیا گیا ہے لیکن علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھیں صحیح ابن ماجہ ۲/۴۱۹)

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا آپ کے پاس ایک انصاری آئے اور آپ کو سلام کیا، پھر کہا اے اللہ کے رسول! کون سا مومن سب سے افضل ہے؟ آپ نے بتایا سب سے اچھے اخلاق والا، اس نے پوچھا کون سا مومن سب سے چالاک ہے؟ آپ نے فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا، اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے سب سے اچھے ڈھنگ سے تیاری کرنے والا، یہی لوگ چالاک ہیں۔

عن عبادة بن الصامت عن النبي ﷺ قال من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه ومن كره لقاء الله كره الله لقاءه، قالت عائشة: أو بعض أزواجه أنا لنكره الموت، قال: ليس ذالك ولكن المومن اذا حضره الموت بشر برضوان الله وكرامته فليس شئ أحب اليه مما أمامه فأحب لقاء الله وأحب لقاءه وان الكافر اذا حضر بشر بعذاب الله وعقوبته، فليس شئ اكره اليه مما أمامه فكره لقاء الله وكره الله لقاءه

(فتح الباری ابن حجر ۱۱/۳۵۷)

حضرت عباده بن صامت رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ سے ملنے کی خواہش کرتا ہے اللہ اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ یا نبی ﷺ کی کسی دوسری بیوی نے کہا کہ ہم لوگ تو موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ مومن کی وفات جب قریب آتی ہے تو اس کو اللہ کی رضامندی اور اس کے انعام و اکرام کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے

نزدیک آگے ملنے والی چیز سے زیادہ محبوب شئی کوئی نہیں ہوتی، اس لئے وہ اللہ سے ملنے کی خواہش کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور جب کافر کا آخری وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب کی بشارت دی جاتی ہے، اس کے نزدیک آگے آنے والی چیز سے مبغوض اور ناپسندیدہ کوئی شئی نہیں ہوتی، اس لئے وہ اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”روی ان عبد اللہ بن مسعود قال: يا رسول الله ﷺ هل ينشرح الصدر؟ فقال: نعم يدخل القلب نور، فقال: وهل لذلك من علامة فقال ﷺ: التجافي عن دار الغرور والاناة الى دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزول الموت۔

(الجامع لا کام القرآن: قرطبی ۷/۸۱۔ سید سابق مصری فتاویٰ ۱/۳۱۸) میں قسط ازاں ہیں اس کی بعض سندیں مرسل اور بعض متصل ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں)

روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا دل میں انشراح پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، دل میں نور داخل ہو جاتا ہے، ابن مسعود نے پوچھا کیا اس کی کوئی نشانی بھی ہے؟ آپ نے فرمایا دھوکے کے گھر سے دور رہنا اور ہیٹنگی کے گھر کی طرف پلٹنا، موت کے آنے سے پہلے موت کے لئے تیاری کرنا۔

عن عثمان رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال: كفى بالموت واعظاً

(الترغیب والترہیب منذری ۳/۲۳۰)

حضرت عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: موت نصیحت کے لئے کافی ہے۔

عن البراء قال: كنا مع رسول الله ﷺ في جنازة فجلس علي

شفیر القبر فبکی حتی بل النری ثم قال: یا اخوانی لمثل هذا فاعدوا
(اسنن: ابن ماجہ ۲/۱۳۰۳، مجمع الزوائد میں اس کی سند پر کلام کیا گیا ہے لیکن علامہ ناصر الدین البانی نے اس کی
سند کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیں صحیح ابن ماجہ کتاب الزہد ۲/۲۰۸)

حضرت برادر روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ ایک
جنازہ میں تھے، آپ قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور اس قدر روئے کہ مٹی بھیگ گئی، پھر
فرمایا اے میرے بھائیو! اسی جیسے دن کے لئے تیاری کرو۔
یاد موت ہی کے لئے نبی ﷺ نے قبرستان کی زیارت کا حکم دیا ہے، اس
لئے کہ یہ آخرت کی یاد دلائے گی اور ذہن و دماغ کے پردہ تسمیں پر ضرور یہ تصور
ابھرے گا کہ ایک دن اسی جگہ ہم کو بھی آنا ہے اور اپنے سیاہ و سفید کرتوتوں کے ساتھ
مٹی کے اوڑھنے اور بچھونے پر اکیلے قیامت تک سونا ہے۔

مرے ہوئے آدمی میں عبرت ہے

مرے ہوئے آدمی میں بہت سا عبرت کا سامان ہے، چوکی پر لاش رکھی
ہے، پانی گرم ہو رہا ہے، صابن گھولا جا رہا ہے، خوشبو تیار کی جا رہی ہے، کفن کا کپڑا کاٹا
جا رہا ہے، قبر کھودی جا رہی ہے، لاش زبان حال سے کہتی ہے ”اے غافل انسان ایک
دن تم بھی میری طرح ہو جاؤ گے ﴿وَالنَّفْسِ السَّاقِ بِالسَّاقِ﴾ (القیلۃ: ۲۹) اور
پنڈلی سے پنڈلی مل جائے گی۔

چوکی زبان حال سے کہتی ہے کہ دیکھتے کیا ہو؟ ایک دن تم کو بھی اس پر لیٹنا
پڑے گا، کفن کا کپڑا کہتا ہے کہ آج یہ کفن تم اس مردے کو پہنارہے ہو کل تمہیں بھی
اسے پہنایا جائے گا۔

لوگ لاش کو اٹھا کر قبر کی طرف بڑھ رہے ہیں، چار پائی زبان حال سے کہتی
ہے کہ لوگو! آج تم اس کو کندھے پر اٹھا کر لے جا رہے ہو، کل آنکھ بند ہونے کے بعد تم

بھی دوسروں کے محتاج ہو جاؤ گے اور تمہیں بھی اسی پر لیٹنا پڑے گا، یہ بھی تمہاری طرح چلتے پھرتے بڑے تیز و طرار تھے لیکن موت نے ان کو خاموش کر دیا، قبر کا گڈھا کہتا ہے کہ آج دوسروں کے لئے قبر کھود رہے ہو کل تمہیں بھی اس میں اترنا پڑے گا، قبرستان، ہو کا عالم، دور تک بکھری ہوئی قبریں، تاریکی، وحشت، یہ ہے مردے اور آخرت کی پہلی منزل۔

اس میدان میں دیدہ وروں کے لئے عبرت ہے۔ قبرستان ماضی کا کھلا ہوا صفحہ ہے۔ یہ زبان حال سے کہتا ہے جناب! اس نگری کی یہی ریت ہے آنا اور جانا، ان پھیلی ہوئی قبروں کو جو تم دیکھ رہے ہو، ان کی گود میں سونے والے کبھی تمہاری طرح زندہ تندرست و توانا تھے اور میری پیٹھ پر دوڑتے بھاگتے تھے، آج یہ ہمارے پیٹھ میں ہیں اور میری پیٹھ پر کئے گئے اعمال اور بوئی گئی فصل کو کاٹ رہے ہیں اور اپنے اعمال کا بدلہ پارہے ہیں۔ تم بھی کسی دن اس میں اترو گے، ہمیں تمہارا انتظار ہے۔

اس دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے اس لئے ان قلیل اوقات اور فرصت کی گھڑیوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے اور لہو و لعب، لالچنی اور فضولیات میں زندگی کے قیمتی اوقات ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ایک شاعر نے بہت حسین انداز میں اختصار زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔

بہت ہی مختصر تاریخ دور زندگانی ہے
کسی کی گود میں آنا کسی کے دوش پہ جانا
مشہور بزرگ صالح مری کہا کرتے تھے کہ اگر میں گھڑی بھر بھی عبادت
سے غافل ہو جاتا ہوں تو میرا دل خراب ہو جاتا ہے۔

دقائق کہتے ہیں جو کثرت سے موت کو یاد کرتا ہے اس کو تین چیزیں ملتی ہیں۔

۱۔ توبہ میں عجلت۔

۲۔ دل کی قناعت۔

۳۔ عبادت میں نشاط۔

اور جو موت کو بھلا دیتا ہے اسے تین قسم کی سزا ملتی ہے۔

۱۔ توبہ میں نال مٹول۔

۲۔ بقدر کفاف روزی پر قناعت نہ کرنا

۳۔ عبادت میں سستی۔ (الذکرۃ: قرطبی ۹)

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ علماء کا کہنا ہے کہ موت کی یاد معصیت سے دور، سخت

دل کو نرم، دنیا کی وقتی خوشی کو ختم اور مصیبتوں کو آسان کر دیتی ہے۔ (الذکرۃ: قرطبی ۱۲)

اسی طرح علماء کا کہنا ہے کہ دل کے لئے زیارت قبور سے زیادہ نفع بخش کوئی

چیز نہیں، خاص طور سے اس وقت جب آدمی کا دل سخت ہو، جو لوگ سنگ دل ہیں انھیں امور ذلیل پر عمل کرنا چاہئے۔

۱۔ گناہ چھوڑ دیں، وعظ و نصیحت کی محفلوں میں بیٹھیں، صالح لوگ اور نیک

علماء کی صحبت اختیار کریں، رغبت دلانے والی اور خوف زدہ کرنے والی باتیں پڑھیں

اور سنیں، اسی طرح صالحین کی تقویٰ شعاری اور زہد و عبادت کے قصے پڑھیں اور

اسلاف کے طریقوں پر چلنے کی کوشش کریں۔

۲۔ موت کو کثرت سے یاد کریں اور یہ تصور ہمیشہ غالب رہے کہ وہ کسی دن

اس رنگین دنیا، حسین بیوی، دوست و احباب اور اعضاء و اقارب کو چھوڑ کر چلے

جائیں گے۔ اور اس کی نابالغ اولاد یتیم اور بیوی بیوہ ہو جائے گی۔

۳۔ جن کے دل زیادہ سخت ہیں انھیں ان آدمیوں کو جا کر دیکھنا چاہئے جن

کا آخری وقت ہے اور جاگتی کے عالم میں مبتلا ہیں، ان کے پاس بیٹھیں، ان کو غور سے

دیکھیں، ان پر بیتنے والے حالات کے بارے میں غور کریں، موت و حیات سے برسر

پیکار شخص کو دیکھ کر ضرور اس کے روٹھے کھڑے ہو جائیں گے، سوکھا ہوا زرد چہرہ، پتھرائی ہوئی آنکھیں، تڑپتا ہوا جسم، کپکپاتے ہوئے ہونٹ اور اکھڑی اکھڑی لمبی لمبی سانسیں..... ہائے کتنا ہولناک منظر ہوتا ہے، اگر اسے دیکھ کر عبرت نہ پکڑیں اور اپنے آپ کو نہ سنبھالیں تو پھر اور کہاں سے سامان عبرت ملے گا۔

اسے دیکھ کر آدمی ضرور نرم پڑے گا اور سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ آج یہ غریب بستر مرگ پر تڑپ رہا ہے اور آخری سانسیں لے رہا ہے، دنیا چھوڑ کر آخرت کی طرف بڑھ رہا ہے، کل ضرور با ضرور ہماری باری آئے گی اور مجھے بھی سکرات الموت اور اس کی جملہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اگر آدمی کے اندر کچھ بھی ایمان ہے تو وہ وہاں سے اٹھے گا، گھر آئے گا اور اپنی دنیا بدل دے گا، اس کی آنکھوں سے نینداڑ جائے گی، کسی کروٹ چین نصیب نہ ہوگا، کانٹے پر لوٹے گا اور پھر عبادت و ریاضت کی طرف پلٹے گا، جو اسے اطمینان و سکون عطا کرے گی اور بے قرار اور مضطرب دل میں قرار آ جائے گا، نیکو کار اور پرہیزگاروں پر یہ چیز مخفی نہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ایک مریض کی عیادت کے لئے گئے اس کو جانکنی کے عالم میں پایا، اس کے کرب و الم اور پریشانی کو دیکھ گھر واپس آئے، ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور رنگ فق تھا، گھر والوں نے کھانے پر بلایا، انھوں نے کہا گھر والو تم کھاؤ، اللہ تمہارا بھلا کرے، میں نے موت و زیست سے برسر پیکار ایک شخص کو دیکھا ہے، وہ سکرات میں تڑپ رہا تھا، میں اس دن کے لئے برابر عمل کروں گا یہاں تک کہ اللہ سے جا ملوں۔ (الذکرۃ: قرطبی ۱۲)

حضرت ابوالدرداء کا کہنا ہے کہ جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا اس کی خوشیاں کم ہوں گی اور حسد بھی کم ہو جائے گا۔

فصل رابع

روح

روح کے نکلنے کے بعد آدمی کا جسم بے جان اور بے کار ہو جاتا ہے اور اس کی نشاط و حرکت رک جاتی ہے۔ جسم کو منوں مٹی کے نیچے دبایا جاتا ہے اور اعزاء و اقارب رو دھو کے خاموش ہو جاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ روح کیا ہے؟ بدن سے جدا ہونے کے بعد اس کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ قبر میں جو عذاب ہوتا ہے وہ صرف بدن کو ہوتا ہے یا روح کو یا دونوں کو؟ کیا روح ہمیشہ قبر میں رہتی ہے؟ یا حساب کے بعد علیین، سجدین یا اپنے دوسرے ٹھکانوں کی طرف واپس چلی جاتی ہے اور وہاں آرام یا تکلیف کی حالت میں رہتی ہے۔ اس فصل میں ہم انہیں امور پر بحث کریں گے۔ ان کے علاوہ کئی اور اہم نکتے تھے لیکن ان کے بارے میں نہ تو مجھے مصادر مل سکے اور نہ ہی اطمینان بخش معلومات، اس لئے ان کو مجبوراً قلم زد کرنا پڑا۔

روح اور نفس

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ بدن کے اندر تدبیر کرنے والی روح جو موت کے وقت جسم سے الگ ہو جاتی ہے یہی وہ روح ہے جو حمل کی حالت میں ۱۲۰ دن کے بعد پھونکی جاتی ہے اور یہی نفس ہے جو آدمی کے جسم سے موت کے بعد الگ ہوتا ہے۔

(الذکرۃ: قرطبی ۱۰۲۔ رسالۃ الغفل والروح مجموعۃ الرسائل المنیرہ ۲/۳۶۶، شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ابن ابی العزہ ص ۴۴۰)

اس طرح روح اور نفس میں کوئی فرق نہیں، نفس وہی ہے جسے فرشتے قبض کرتے ہیں اور آسمان کی طرف لے کر جاتے ہیں اور پھر جسم کی طرف پلٹایا جاتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے اور یہی روح ہے جو بدن سے نکلتی ہے تو نگاہ اس کا پیچھا

کرتی ہے۔

ابن ابی العزخنی کا کہنا ہے کہ اگر چہ روح اور نفس کا اطلاق ربانی لطیف مادے پر ہوتا ہے مگر عام طور سے جب روح بدن سے متصل ہوتی ہے تو اس کو نفس کہتے ہیں لیکن جب بدن سے نکالی جاتی ہے تو اسے روح کہا جاتا ہے۔

(شرح العقیدہ الطحاویہ: ابن ابی العز: ۴۴۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ اسے نفس اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ یہ بدن کی تدبیر کرتی ہے اور لطافت کے اعتبار سے روح کہتے ہیں، اسی لئے روح ”ہوا“ کو روح بھی کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

”لا تسبوا الريح فانها من روح الله“ (السنن: ابن ماجہ: ۴/۱۲۲۸)

ہوا کو گالی نہ دو، یہ اللہ کی رحمت ہے۔

حافظ ابن حجر ”باب ما جاء في عذاب القبر“ کی شرح میں لکھتے ہیں

”احتج بالآية الاولى على ان النفس والروح شئ واحد لقوله تعالى
أخرجوا انفسكم والمراد الارواح“

پہلی آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نفس اور روح دونوں ایک ہی چیزیں ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم اپنی جانوں یعنی روحوں کو نکالو۔

آیت اولی سے مراد ”إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرَجُوا أَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تُجْرُونَ عَذَابَ الْهُونِ“ ہے۔

(فتح الباری: ابن حجر عسقلانی ۳/۲۷۴)

روح کا اطلاق مختلف معانی پر ہوتا ہے

روح عربی زبان میں:

لسان العرب میں ہے:

”الروح بالفتح نسیم الريح كانوا اذا مر عليهم النسيم
تکيف باروا حهم وحملها الى الناس وقد يكون الريح بمعنى الغلبة
والقوة، قال تابط شرا و قيل سليک ابن سلکة

انتظر ان قليلا ريث غفلتهم او تعدوان فان الريح للعادی
”روح راء کے فتح کے ساتھ بھی مستعمل ہوتا ہے، اس کے معنی ہوا کی خنکی کے ہوتے ہیں“
کلمہ ”رغ“ غلبہ اور قوت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مشہور شاعر
تأبط شرا کہتا ہے۔ یا اس کا قائل سلیک بن سلکہ ہے۔

”تم ان کی غفلت تک انتظار کرو یا حملہ کر دو اس لئے کہ غلبہ حملہ آور کے لئے ہوگا“
”روح“ فرح و سرور کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

والروح بالضم فى كلام العرب سمي روحا لانه ریح يخرج
من الروح، عربی زبان میں روح حرف راء کے ضم کے ساتھ ^{نفس} یعنی پھونکنے کے
معنی میں مستعمل ہوتا ہے، اسے روح اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ایسی ہوا ہوتی ہے جو
”روح“ سے نکلتی ہے۔

روح رحمت کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔

روح نفس کے معنی میں آتا ہے یہ مذکر اور مونث دونوں ہوتا ہے، اس کی جمع
ارواح آتی ہے۔

ابوبکر بن انباری کا کہنا ہے کہ روح اور نفس ایک ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ
روح عربی زبان میں مذکر ہے اور نفس مونث۔ (لسان العرب: ابن منظور افریقی ۲/۳۵۷)
روح قرآن میں:

یہ لفظ قرآن میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ رحمت کے معنی میں:

(یوسف: ۸۷)

﴿وَلَا تَيَاسُؤْا مِنْ رُوحِ اللّٰهِ﴾

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

۲۔ نفس کے معنی میں:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ (الاسراء: ۸۵)

اور یہ لوگ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تم کہہ دو میرے

رب کے حکم سے ہے۔

۳۔ جبرئیل کے معنی میں:

﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا﴾ (النبا: ۲۸)

جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے۔

۴۔ وحی کے معنی میں:

﴿يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ (المومن: ۱۵)

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے۔

۵۔ قرآن کے معنی میں:

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ (الشوریٰ: ۵۲)

اسی طرح ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کو اتارا ہے۔

روح کا استعمال سنت میں:

برد نسیم الریح باد صبا کی خنکی اور ٹھنڈ۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے:

”لوگ مدینہ کے بالائی علاقہ میں سکونت پذیر تھے، یہ جمعہ پڑھنے آتے تھے

اور ان کے کپڑے گندے اور میلے کپیلے ہوتے تھے جب ہوا چلتی تھی تو ان کے بدن سے

پسینے کی بو پھوٹی تھی اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی، اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا گیا



آپ نے فرمایا لوگ غسل کر کے کیوں نہیں آتے؟
رحمت کے معنی میں:

عن ابی ہریرۃ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ يقول الريح من روح الله تاتي بالرحمة وتاتي بالعذاب فاذا رأيتموها فلا تسبوها واسألوا من خیرها واستعيذوا بالله من شرها (اسنن: ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۲/۵، ۲۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ ہوا اللہ کی رحمت ہے۔ یہ رحمت لے کر آتی ہے اور عذاب بھی لاتی ہے، جب ہوا چلے تو اسے گالی نہ دو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کی بھلائی طلب کرو اور اللہ کے ذریعہ اس کے شر سے پناہ مانگو۔

اس کو بھی روح کہتے ہیں جس سے مخلوق کو زندگی ملتی ہے۔ انسان کی تخلیق کے جو مختلف مراحل ہیں اس سلسلے میں جو حدیث آئی ہے اس میں ہے:

فیؤمر باریع کلمات ثم ینفخ فیہ الروح (اسنن: ابوداؤد ص ۵۲/۸۲)

فرشتے کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے پھر وہ اس میں روح کو (جان) پھونکتا ہے۔ اور موسیٰ و خضر کے قصہ میں ہے:

”خذ نونا میتا حیث ینفخ فیہ الروح“ (فتح الباری: ابن حجر ص ۳۱۱/۸، المسند:

امام احمد ص ۱۲۰/۵ اس میں ”نونا“ کی بجائے ”خوتا“ ہے معنی ایک ہی ہے مچھلی)

تم مردہ مچھلی لے لو جہاں اس کے اندر روح پھونک دی جائے اور زندہ ہو جائے (وہیں خضر ملیں گے)
روح کا استعمال فلسفہ میں:

جس کے ذریعہ نفوس کو زندگی ملتی ہے اس کو روح کہتے ہیں اور یہی نفس ہے اس لئے کہ نفس روح کا جزو ہے یا انفعال اور عضوی زندگی کا سرچشمہ ہے۔

فلسفہ کی اصطلاح میں روح کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے۔

- ۱۔ انسان کے جسم کے اندر آنے جانے والی ہوا۔
 - ۲۔ بدن کے اندر زندگی کا سرچشمہ، بدن میں روح ایسے ہی سرایت کئے ہے جیسے گلاب کا پانی گلاب کے اندر سرایت کئے ہوتا ہے۔
 - ۳۔ نفس کا مرادف ہے۔
 - ۴۔ وہ جو ہر عاقل اپنی ذات کا ادراک کرنے والا ہوتا ہے اور یہی تصور کا سرچشمہ ہے۔
 - ۵۔ روح ”قوت مفکرہ“ (سوچنے کی طاقت) کو کہتے ہیں۔
 - ۶۔ روح کا اطلاق نفس یعنی جان پر ہوتا ہے، جیسے بولا جاتا ہے روح القانون، قانون کی جان۔ روح المذہب، مذہب کی جان۔
 - ۷۔ مادہ کشید کرنے کے بعد اس سے جواڑتا ہے اسے بھی روح کہا جاتا ہے۔
- روح اور نفس کے سلسلہ میں فلاسفہ کی رائیں مختلف ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ دونوں کا ایک معنی ہے اور یہی صحیح ہے اور بعض کا کہنا ہے دونوں دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ (المجم الفلسفی: جمل صلیبا/۱، ۶۲۳، بحوالہ القیادۃ الصغریٰ ڈاکٹر سلیمان اشقر)

کیا روح کی کوئی معلوم کیفیت ہے

روح ایسی مخلوق ہے جس کی عالم موجودات میں کوئی شبیہ و نظیر نہیں، ہم اس کی صفات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ چڑھتی ہے، اترتی ہے، سنتی ہے، دیکھتی ہے، بولتی ہے۔ لیکن یہ صفات معلوم جسم کے خلاف ہیں، اس کا چڑھنا، اترنا، سننا، دیکھنا اور قیام و قعود اس طرح نہیں ہے جس طرح ہم دنیاوی جسم کے بارے میں جانتے ہیں۔ رسول ﷺ نے بتایا ہے کہ روح کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے پھر اسے ایک مدت کے لئے قبر میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کو عذاب ہوتا ہے اور نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ اور یہ نعمت اور

عذاب اس کے خلاف ہے جسے ہم دنیا میں جانتے اور محسوس کرتے ہیں۔

روح، بدن سے الگ مستقل چیز ہے

مشکلمین میں سے چہمیہ اور معتزلہ کا کہنا ہے کہ روح بدن کا ایک جزء ہے اور

اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔

بعض اہل کلام کہتے ہیں کہ وہ نفس یا ہوا ہے جو بدن میں آتی جاتی ہے اور

بعض کا کہنا ہے کہ روح وہی زندگی ہے یا مزاج ہے یا بذات خود بدن ہی ہے۔

(مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۳۱/۳)

مشائین فلاسفہ کا کہنا ہے کہ نفس، بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتا ہے

لیکن یہ لوگ نفس کے باطل اوصاف بیان کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ نفس بدن سے

الگ ہونے کے بعد عقل ہو جاتا ہے اور ان کے نزدیک عقل مادہ اور علائق مادہ سے

مجرد ہوتا ہے اور ان کے یہاں مادہ ہی جسم ہے اور یہ عقل کو قائم بنفسہ مانتے ہیں، اس

کے بارے میں ان کا نظریہ یہ ہے کہ اس میں حرکت و سکون اور مختلف احوال نہیں

ہوتے ہیں۔ (مجموعہ الرسائل المنیریة رسالة العقل والروح: ابن تیمیہ ۲/۲۱)

ان لوگوں نے روح کے بارے میں زبردست ٹھوک رکھی ہے۔ مشکلمین نے

جو یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ روح وہی حیات، طبیعت یا بذات خود بدن ہے، تو ان میں

سے اکثر نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ روح کا کوئی وجود نہیں جس کو

مرنے کے بعد برزخ میں عذاب یا ثواب ہو، ان لوگوں نے قرآن وحدیث کے ان

نصوص کا انکار کیا ہے جن سے عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔

وہ فلاسفہ جن کا یہ خیال ہے کہ روح جب بدن سے الگ ہوتی ہے تو عقل

ہو جاتی ہے، ان کا کہنا ہے کہ جب یہ بدن سے جدا ہوتی ہے تو اس کی ایک ہی حالت

ہوتی ہے، نہ جانکاری، نہ تصورات، نہ سننا، نہ دیکھنا، نہ ارادہ، نہ خوشی، نہ غمی، ہمیشہ ایک



حالت میں پڑی رہے گی۔ (رسالہ عقل والروح ۲/۲۲)

فلاسفہ کی ایک جماعت اس حد تک گمراہ ہے کہ وہ یہاں تک کہتی ہے کہ روح نہ تو بدن کے اندر ہے اور نہ باہر، نہ متحرک ہے اور نہ ساکن، نہ چڑھتی ہے اور نہ اترتی ہے، نہ تو یہ جسم ہے اور نہ عرض۔ (مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۳/۳۱)

ایسی چیز تو ممنوع الوجود ہے اور دنیا میں اس کا پایا جانا محال ہے۔

ان سارے لوگوں کی رائیں غلط ہیں، انھوں نے روح کے تعلق سے زبردست ٹھوکرا کھائی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انھوں نے صرف اپنی عقل اور غیبی امور کے سلسلہ میں جو پیمانہ وضع کیا ہے صرف اسی پر اعتماد کیا اور کتاب و سنت کے نصوص کو بالائے طاق رکھ دیا۔

اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ روح مستقل ایک لطیف چیز ہے جو محسوس جسم کی ماہیت سے مختلف ہے۔ علامہ ابن قیم جو زیہ نے روح کی تعریف اس طرح کی ہے۔ ”روح، ماہیت کے اعتبار سے اس محسوس جسم سے مختلف ہے، یہ جسمانی، علوی، نورانی، زندہ، اور متحرک ہے، جو ہر اعضاء میں ایسے سراپت کئے ہوئے ہے جیسے گلاب کا پانی اس کے پودے کے اندر سراپت کئے ہوتا ہے، تیل زیتون کے اندر، اور آگ چنگاری کے اندر، تو جب تک یہ اعضاء اس لطیف جسم کے اثر کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، تب تک یہ جسم ان اعضاء سے ملا رہے گا اور اسے حس و حرکت اور ارادہ کی قوت دے گا، اور جب اخلاط غلیظہ کے غلبہ کی وجہ سے یہ اعضاء فاسد ہو جائیں گے تو اس کے اثر کو قبول نہیں کرے گا اور روح بدن سے نکل جائے گی اور عالم ارواح کی طرف چلی جائے گی۔“ (لوامع الانوار المصنوعہ: سفارینی ۲/۲۹)

ابن قیم کہتے ہیں کہ یہی تعریف سب سے زیادہ صحیح اور جامع ہے اور اس کے علاوہ کوئی تعریف صحیح نہیں۔ قرآن وحدیث، اجماع اور عقل و فطرت اسی کی طرف



رہنمائی کر رہے ہیں، اور ثبوت میں انھوں نے ۱۰ دلیلیں دی ہیں اور ابن سینا، ابن حزم اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی رایوں کا ابطال کیا ہے۔

(القیلۃ الصغریٰ: د، عمر سلیمان اشقر حاشیہ نمبر ۱۰ ص ۹۰)

خلاصہ یہ کہ روح بدن سے الگ ایک مستقل چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین اس پر واضح روشنی ڈالتے ہیں:

﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فِيمُمْسِكِ النَّفْسِ الَّتِي قَطَعْنَا عَنْهَا الْمَوْتَ﴾ (الرعر: ۴۲)

اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحمیں قبض کر لیتا ہے اور جن کی موت نہیں ہوئی انھیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انھیں روک لیتا ہے۔

سورہ انعام میں فرمایا:

﴿وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ آخِرِ جُورِ أَنْفُسِكُمْ﴾ (الانعام: ۹۳)

اور فرشتے ان کی طرف عذاب کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ نکالو اپنی جانیں۔

نیز فرمایا:

﴿قُلُوا لَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ﴾ (الوقت: ۸۳، ۸۴)

جب کسی کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس کو دیکھ رہے ہوتے ہو۔ تو جو چیز روکی جاتی ہے، جس کو فرشتے موت دیتے ہیں، جو حلقوم اور ہنسی تک پہنچتی ہے ضرور وہ ایسی چیز ہے جو بدن سے الگ ہے۔

حدیث میں اس بات کی صراحت آئی ہے کہ فرشتہ روح نکالتا ہے اور اسے جنت یا جہنم کے کفن میں رکھتا ہے۔ بدن سے جب روح الگ ہوتی ہے تو نگاہ اس کا

پچھا کرتی ہے، اس کو عذاب ہوتا ہے یا ثواب..... یہ ساری چیزیں یقینی طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ روح بدن سے الگ مستقل ایک چیز ہے اور بدن سے جدا ہونے کے بعد وہ باقی رہتی ہے۔

روح بدن میں کہاں رہتی ہے؟

روح انسان کے پورے بدن میں سرایت کئے رہتی ہے۔ شیخ الاسلام ابن

تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”روح بدن کے کسی خاص حصہ میں نہیں رہتی بلکہ پورے جسم میں پھیلی ہوتی ہے، حیات روح سے مشروط ہے، جب تک یہ بدن میں رہے گی تب تک جسم میں جان اور نشاط و حرکت رہے گی اور جب روح بدن سے جدا ہو جائے گی تب زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا۔ (مجموعۃ الرسائل المبریۃ رسالۃ العقل والروح ۲/۳۷)

روح مخلوق ہے

فلاسفہ کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ روح قدیم اور ازلی ہے مخلوق نہیں، البتہ ذات رب سے اس کا تعلق نہیں۔

اہل کلام اور صوفیاء کی ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ روح اللہ کی ذات سے ہے۔ ان لوگوں نے آدمی کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، آدھالا ہوت اور وہ اس کی روح ہے اور آدھانا سوت اور وہ اس کا بدن ہے یعنی آدھارب اور آدھاعبد۔

(مجموعۃ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: جمعہ شیخ عبدالرحمن دابہ محمد ۳/۲۲۲)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ روح مخلوق ہے اور اسے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے مخلوق ہونے پر درج ذیل چیزیں دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ کتاب و سنت: قرآن و حدیث کے بہت سے نصوص اس کے مخلوق

ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

”اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ“ (الزمر: ۶۴) اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

یہ آیت عام ہے اور اس میں روح بھی شامل ہے۔

﴿هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدُّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئاً

مَذْكُوراً﴾ (الانسان: ۱)

بلاشبہ انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر

چیز نہ تھا۔

نیز فرمایا: ﴿وَقَدْ خَلَقْتِكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئاً﴾ (مریم: ۹)

اور میں پہلے تم کو بھی پیدا کر چکا ہوں اور تم کچھ نہ تھے۔

بدن روح کی سواری ہے۔ ابن مندہ حضرت عباسؓ سے روایت کرتے ہیں

کہ قیامت کے دن مخلوق کے مقدمات پیش ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ جسم اور روح

کا معاملہ بھی پیش ہوگا۔ روح بدن سے کہے گی تو نے غلط کام کیا اور بدن روح سے

کہے گا تم نے مجھے حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجے گا جو ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

۲۔ اجماع امت: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”اہل سنت“ سلف امت اور اس کے سارے اماموں کی متفقہ رائے یہی

ہے کہ روح مخلوق ہے بہت سے اماموں نے روح کے مخلوق ہونے پر اجماع نقل کیا

ہے جیسے محمد بن نصر المروزی، یہ مشہور امام تھے اور اجماع و اختلاف کے تعلق سے اپنے

زمانے میں تقریباً سب سے زیادہ جانکاری رکھنے والے تھے، ابو محمد بن تیمیہ نے بھی

لکھا ہے کہ لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ روح کو پیدا کرنے والا ہے۔

۳۔ یہ حدیث مختلف مقامات پر بیان کی جا چکی ہے کہ روح قبض کی جاتی

ہے، خوشبودار یا بدبودار کفن میں اسے رکھا جاتا ہے، فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں

اور نیچے اترتے ہیں، اسے عذاب یا ثواب ہوتا ہے، کبھی نیند کی حالت میں روح قبض کر لی جاتی ہے اور کبھی چھوڑ دی جاتی ہے، یہ مخلوق اور پیدا شدہ چیز کی خصوصیت ہے۔
۴۔ روح اگر مخلوق نہ ہوتی تو اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیسے کرتی، اس اقرار کی تصویر کشی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس طرح کی ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا﴾
(الاعراف: ۱۷۲)

اور جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا، کیوں نہیں، ہم سب گواہی دیتے ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے)

یہ بات واضح ہے کہ جب اللہ اس کا رب ہے تو یہ مر بوب اور مخلوق ہے۔
۵۔ اگر روح غیر مخلوق ہے تو یہ جہنم میں نہیں جائے گی اور اسے عذاب نہیں ہوگا، اور اللہ سے اسے روکا نہیں جائے گا اور بدن سے غائب نہیں ہوگی اور ملک الموت اس پر قدرت نہیں پاسکتے۔ (مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۳/۲۳۰)

روح کے غیر مخلوق ہونے کے سلسلہ میں شبہات اور ان کا ازالہ پہلا شبہ:- جو لوگ روح کو مخلوق نہیں مانتے ہیں وہ اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں:
﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ (الاسراء: ۸۵)
لوگ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو، روح میرے رب کا حکم ہے۔

لیکن یہ ان کے فہم کی کوتاہی ہے اس آیت میں روح کے غیر مخلوق ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ ان کے اعتراض کا جواب دو طرح سے ہے۔

۱۔ یہاں روح سے مراد آدمی کی روح نہیں ہے بلکہ یہ فرشتے کا نام ہے جیسا

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا﴾ (النبا: ۳۸)

جس دن روح اور دوسرے فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔

﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ (المارج: ۴)

جس کی طرف فرشتے اور یہ روح (الامین) چڑھتے ہیں۔

﴿تَنْزَلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ (قدر: ۴)

اس میں فرشتے اور روح (الامین) ہر کام کے انتظام کے لئے اپنے

پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں۔

۲۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اس سے مراد آدمی کی روح ہے تب بھی یہ

ثابت نہیں ہوتا ہے کہ روح غیر مخلوق ہے اور یہ اللہ کی ذات کا جز ہے، بلکہ اس کی نسبت

اللہ کی طرف اس لئے کی جاتی ہے کہ اس کے حکم سے اس کی تکوین و تخلیق عمل میں آئی

ہے قرآن میں جو ”امر“ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد کبھی مصدر ہوتا ہے اور کبھی

مفعول یعنی مامور ہے۔

سورہ نحل میں ہے:

﴿آتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ﴾ (النحل: ۱)

اللہ کا حکم (عذاب) آہی گیا، اس لئے کافرو) اس کے لئے جلدی مت کرو۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے ”مِنْ أَمْرِ رَبِّي“ میں ”من“ ابتدائے غایت کے لئے ہے

امام احمد بن حنبل نے زنادقہ کے اعتراض پر یہی جواب دیا تھا، انھوں نے کہا تھا،

”وَرُوحٌ مِنْهُ يَقُولُ مَنْ أَمْرُهُ كَمَا نِ الرَّوحِ“ اس کے حکم سے روح وجود پذیر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ﴾ (الباقیہ: ۱۳)

اور آسمان و زمین کی ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے تابع کر دیا ہے۔

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نُّعْمَةٍ لِّمَنَ اللّٰهِ﴾ (آئل: ۵۳)

اور جو نعمتیں تم کو میسر ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں۔

جس طرح مسخرات اور نعمتیں، اللہ کی جانب سے ہیں اور اس کی ذات کا

جزء نہیں بلکہ اس کی جانب سے ان کا صدور ہوا، ٹھیک اسی طرح ”روح منہ“ سے لازم نہیں آتا ہے کہ مسج علیہ السلام اللہ کی ذات کے جزء ہیں۔

(مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جمعہ شیخ عبدالرحمن ولیہ محمد ۲/۲۲۹، ۲۲۵)

دوسرا شبہ:۔ سورۃ حجر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ﴾ (الحجر: ۲۹)

اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔

سورہ انبیاء میں ہے:

﴿فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا﴾ (الانبیاء: ۹۱)

اس کے اندر ہم نے اپنی روح پھونک دی۔

معتزین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کی نسبت اپنی طرف کی ہے، اس

لئے روح مخلوق نہیں، شارح طحاویہ ابن ابی العزاس کا جواب یوں دیتے ہیں: یہ جان

لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جن چیزوں کی نسبت کی جاتی ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ صفات جو بذات خود قائم نہیں ہو سکتیں بلکہ ان کا موصوف ضروری ہے

جیسے علم، قدرت، کلام، سمع، بصر تو یہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔

۲۔ اعیان کی طرف اضافت جو اس سے منفصل ہو جیسے:

﴿نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا﴾ (العنق: ۱۳)

اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو)۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ﴾ (الفرقان: ۱)

بارکت ہے ہو اللہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا۔

﴿وَطَهَّرَ بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ﴾ (الحج: ۲۶)

اور طواف کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک رکھو۔

یہاں مخلوق کی نسبت اس کے خالق کی طرف کی گئی ہے اور یہ اضافت

تخصیصی اور تشریفی ہے، اس کے ذریعہ مضاف دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔

(شرح العقیدۃ المحادیۃ: ابن ابی العز ۴۴۳، کتاب الردی الزنادقہ والجمیۃ: امام احمد بن حنبل شیانی ص ۴۰)

نفس کی قسمیں

نفس کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ نفس امارہ:

وہ نفس جو برائی کے کاموں پر آمادہ کرتا ہے اور ہوا پرستی اس کے اوپر غالب

آ جاتی ہے: ﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي﴾ (یوسف: ۵۳)

بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے، ہاں مگر میرا پروردگار ہی رحم کرے۔

۲۔ نفس لوامہ:

وہ نفس جو غلط کاموں کے کرنے پر ملامت کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے:

﴿وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ (قیامہ: ۲)

اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کا جو ملامت کرنے والا ہو۔

۳۔ نفس مطمئنہ:

وہ نفس جو بھلائی پسند کرتا ہے اور برائیوں کو ناپسند:

﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

(الفرج: ۲۷-۲۸)

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾

اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس طرح کہ تو اس سے راضی ہو تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں چلی جا۔

یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ ہر انسان کے تین نفس ہوتے ہیں بلکہ انسان کے نفس کی یہ صفات اور احوال ہیں۔ شارح طحاویہ نفس کی تینوں قسموں کا تذکرہ کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

”والتحقیق انها نفس واحدة لها صفات فہی امارۃ بالسوء فاذا عارضها الايمان صارت لوامة تفعل الذنب ثم تلوم صاحبها وتلوم بين الفعل والترک فاذا قوى الايمان صارت مطمئنة“

(شرح العقیدۃ الطحاویہ: ابن ابی العزیز: ص ۴۴۰)

کیا نفس کی موت ہوتی ہے

نفس کی موت نہیں ہوتی ہے یہ باقی رہتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

”والارواح مخلوقة بلا شک وهی لا تعدم ولا تمنفی ولكن موتها بمفارقة الابدان وعند النفخة الثانية تعاد الارواح الى الابدان“

(مجموع الفتاویٰ للشیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۷۹/۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ روحیں مخلوق ہیں اور یہ معدوم اور فنا نہیں ہوتیں لیکن بدن سے جدائی کے وقت ان کی موت ہوتی ہے اور دوسری بار صور پھونکنے کے بعد روحیں جسموں میں لوٹا دی جائیں گی۔

شارح طحاویہ ابن ابی العزیز نے اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے جس کا مفاد یہ ہے:

”کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ نفس کی موت ہو جائے گی اس لئے کہ قرآن نے کہا ہے ”کل نفس ذائقة الموت“ جب فرشتے مرجائیں گے تو نفوس بشریہ مرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

دوسری رائے یہ ہے کہ نفوس کی موت نہیں ہوگی اسے باقی رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ نفس کی موت وہی بدن سے جدائی ہے۔ اگر نفس کی موت سے یہی معنی مراد لیا جائے تو یہ صحیح ہے اور اگر یہ مراد لیں کہ یہ کلی طور پر معدوم اور فنا ہو جائے گا تو نفس اس طرح فنا نہ ہوگا، بلکہ عذاب یا ثواب کی حالت میں باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں بتایا ہے:

﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى﴾ (الدخان: ۵۶)

وہاں انھیں پہلی موت کے علاوہ دوسری موت نہ ہوگی۔ اور یہ موت، روح کا بدن سے الگ ہو جانا ہے۔

برزخ میں عذاب کس کو ہوگا؟

برزخ میں عذاب کس کو ہوگا بدن کو یا روح کو یا دونوں کو، تو اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

۱۔ اہل سنت والجماعت کا کہنا ہے کہ عذاب روح کو ہوگا بدن سے متصل ہو کر بھی اور منفصل ہو کر بھی، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں، عذاب اور نعمت نفس اور بدن دونوں پر ہوگا۔ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ نفس نعمتوں سے سرفراز ہوگا اور اسے عذاب بھی ہوگا (اگر اس کا مستحق ہے) یہ عذاب بدن سے الگ بھی ہوگا اور بدن کے ساتھ بھی، خلاصہ یہ کہ عذاب جسم و جان دونوں کو ہوگا۔

۲۔ بہت سے اہل کلام اور معتزلہ برزخ کی جزاء و سزا کا علی الاطلاق انکار کرتے ہیں، چونکہ ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بدن سے الگ روح کا وجود ہی نہیں زندگی ہی روح ہے، اس لئے ان کی نظر میں موت کے بعد روح باقی نہیں رہتی، اس لئے قیامت سے پہلے عذاب و ثواب کا وجود نہیں، یہ لوگ عذاب قبر کا اگرچہ انکار

کرتے ہیں لیکن بدن کو دوبارہ اٹھائے جانے کو مانتے ہیں، لیکن ان کا عذاب قبر کا عقیدہ غلط ہے اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اس پر تفصیل گذر چکی ہے۔

۳۔ فلاسفہ کا یہ کہنا ہے کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوگا اور بدن کو عذاب وثواب نہ ہوگا۔ اہل سنت میں سے ابن حزم اور ابن میسرۃ کا بھی یہی موقف ہے۔

۴۔ بعض اہل کلام کا یہ کہنا ہے کہ قبر میں صرف بدن کو عذاب وثواب ہوگا۔

(مجموع الفتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۴/۲۶۲، ۲۸۲)

ان ساری رایوں میں پہلی رائے ہی صحیح ہے اور وہ یہ کہ عذاب جسم و جان دونوں کو ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور یہ اس کی قدرت و طاقت سے قطعاً بعید نہیں اور اس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

روحوں کے ٹھکانے

نیکی و بدی اور اچھائی و برائی کے اعتبار سے روحوں کے ٹھکانے مختلف ہیں۔

۱۔ نبیوں اور صالحین کی روحوں اعلیٰ علیین میں ہوں گی۔

۲۔ شہداء کی روحوں ان کے رب کے پاس ہوں گی اور جنت میں عیش کریں گی:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ

(آل عمران: ۱۶۹)

رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿﴾

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں وہ زندہ

ہیں ان کو ان کے رب کے پاس روزیاں دی جاتی ہیں۔

ایک بات یاد رہے وہ یہ کہ سارے شہداء کی روحوں جنت میں نہیں جائیں گی

اگر کسی پر قرض ہے تو اس کی روح جنت کے باہر روک دی جائے گی۔

۳۔ بعض لوگوں کی روحوں اس کی قبر میں محبوس ہوں گی۔

۴۔ بعض کا ٹھکانہ جنت کا دروازہ ہوگا، صبح و شام جنت سے ان کی روزی

آئے گی۔

۵۔ بعض روہیں دنیا میں روک لی جائیں گی اور ملّا اعلیٰ کی طرف نہیں جائیں گی، اس لئے کہ یہ سفلی روہیں ہوں گی۔

۶۔ بعض روہیں تنور میں ہوں گی اور یہ زانی مرد اور زانیہ عورتیں ہوں گی۔
بعض روہیں خون کے دریا میں ہوں گی، اس میں تیریں گی اور ان کو پتھر کھلایا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ سعادت و شقاوت کے اعتبار سے روحوں کا کوئی ایک مستقر نہیں ہے۔
(نقائذ: سید سابق ۱/۵۷۷، القیادۃ الصغریٰ عمر سلیمان اشقر ۱۰۳:۱۰۴)

روح کا ٹھکانہ اگر چہ الگ الگ ہے، لیکن ان کا بدن سے تعلق برقرار رہتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے انسان خواب کی حالت میں مختلف مقامات کا سفر کرتا ہے، اسے دیکھتا ہے، جب کہ جسم سے اس کا تعلق برقرار رہتا ہے۔

روح اور بدن کے تعلقات

روح اور بدن کے پانچ قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔

۱۔ ماں کے پیٹ میں روح کا جسم سے تعلق، جب کہ وہ جنین ہوتا ہے۔

۲۔ پیدائش کے بعد روح اور جسم کا تعلق۔

۳۔ سونے کی حالت میں روح کا جسم سے تعلق، لیکن اس میں کبھی تعلق برقرار رہتا ہے اور کبھی منقطع ہو جاتا ہے۔

۴۔ برزخ میں روح کا بدن سے تعلق، اگر چہ روح مرنے کے بعد بدن سے نکل جاتی ہے اور جسم سے الگ ہو جاتی ہے لیکن کلی طور پر بدن سے جدا نہیں ہوتی ہے، عذاب و ثواب میں اس کا تعلق برقرار رہتا ہے۔

۵۔ قیامت کے دن روح اور بدن کا تعلق اور یہ سب سے کامل و شامل تعلق ہوگا، یہ تعلق سابقہ

تعلقات کے مانند نہ ہوگا، اس میں موت، سونا اور شرف و فساد وغیرہ ظہور پذیر نہ ہوں گے۔

خاتمہ

موت اور روح..... کی تفصیلی بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہمیں اس سے غافل نہیں رہنا چاہئے، یہ ضرور باضرور ایک دن ہمارے جسم میں اپنے آہنی پنجے گاڑ دے گی اور وہ آدمی کا آخری دن ہوگا۔ بے کسی، بے بسی اور مجبور یوں کا دن، کسی بھی طرح کی مادی یا معنوی قوت و طاقت فائدے مند ثابت نہ ہوگی۔

اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر دینداری پیدا کریں، آخرت کی کھیتی کی مختلف فصلوں (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت، ذکر و فکر، مختلف حقوق کی ادائیگی، مکارم اخلاق، زہد و تقویٰ) کو سرسبز و شاداب رکھیں اور ہر طرح کی نیکیوں کے ذریعہ اس کی آبیاری کریں۔ اور جس طرح ایک کسان اپنے کھیت سے گھاس پھوس اور کانٹوں کو چن کر نکال دیتا ہے، اسی طرح ہمیں بھی اپنی آخرت کی کھیتی سے معصیت اور گناہ کے سارے چھوٹے بڑے پودوں اور کانٹوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہئے، تاکہ دنیا بھی اچھی رہے اور آخرت بھی ہاتھ سے نہ جائے۔

والله والموفق وهو الهادی الی الصواب





مآخذ و مدارک

- | | |
|-------------------------------|--|
| ۱ القرآن الکریم | ۱ محمد جو ناگڈھی |
| ۲ ترجمہ قرآن کریم | ۲ فتح محمد جالندھری |
| ۳ ترجمہ قرآن | ۳ ابن کثیر دمشقی |
| ۴ تفسیر القرآن العظیم | ۴ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی |
| ۵ الجامع لأحكام القرآن العظیم | ۵ امام مالک بن انس اصبحی |
| ۶ الموطن | ۶ ابن حجر عسقلانی |
| ۷ فتح الباری | ۷ مسلم بن حجاج قشیری |
| ۸ الصحیح | ۸ المفہم لمالم اشکل من تلخیص احمد بن عمر قرطبی |
| ۹ کتاب مسلم | |
| ۱۰ تحفة الاحوذی | ۱۰ محمد عبدالرحمن مبارکپوری |
| ۱۱ السنن | ۱۱ ابو عیسیٰ ترمذی |
| ۱۲ السنن | ۱۲ ابو داؤد سجستانی |
| ۱۳ السنن (مجتبیٰ) | ۱۳ ابو عبدالرحمن احمد بن شعبہ نسائی |
| ۱۴ زهر الربی علی المجتبیٰ | ۱۴ جلال الدین سیوطی |
| ۱۵ السنن | ۱۵ ابن ماجہ |
| ۱۶ صحیح ابن ماجہ | ۱۶ محمد ناصر الدین البانی |
| ۱۷ ضعیف ابن ماجہ | ۱۷ محمد ناصر الدین البانی |
| ۱۸ السنن | ۱۸ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی |
| ۱۹ المسند | ۱۹ امام احمد بن حنبل شیبانی |
| ۲۰ السنن الکبریٰ | ۲۰ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی |
| ۲۱ المستدرک | ۲۱ ابو عبداللہ حاکم |
| ۲۲ المسند | ۲۲ ابو داؤد طیالسی |
| ۲۳ الترغیب والترہیب | ۲۳ زکی الدین عبدالعظیم منذری |
| ۲۴ مجمع الزوائد | ۲۴ نورالدین ہیثمی |

محمد ناصر الدین البانی	۲۵ صحیح الجامع الصغیر
محمد ناصر الدین البانی	۲۶ التعلیق الرغب
محمد ناصر الدین البانی	۲۷ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ
عخطوب توریزی	۲۸ مشکوٰۃ المصابیح
محمد ناصر الدین البانی	۲۹ مشکوٰۃ المصابیح (تحقیق)
ابن اثیر جزیری	۳۰ جامع الاصول
جمعه عبدالرحمن وابنه محمد	۳۱ مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ
ابن ابی العز الحنفی	۳۲ شرح العقیدۃ الطحاویۃ
تویجرئی	۳۳ مختصر الفقہ الاسلامی
سید سابق	۳۴ فقہ السنۃ
ابن تیمیہ حرانی	۳۵ رسالۃ العقل والنقل
عبداللہ بن مبارک	۳۶ کتاب الزہد والرقاق
سفارینی	۳۷ لوامع الانوار البھیۃ
محمد ناصر الدین البانی	۳۸ احکام الحنائز
ڈاکٹر عمر سلیمان اشقر	۳۹ القیامۃ الصغریٰ
امام احمد بن حنبل شیبانی	۴۰ کتاب الرد علی الزنادقۃ والجمہیۃ
ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی	۴۱ التذکرۃ
ابن قیم جوزیۃ	۴۲ الروح
ابن حبان ہستی	۴۳ روضۃ العقلاء ونزہۃ الفضلاء
نواب صدیق حسن خان	۴۴ یقظۃ اولی الاعبار
شمس الدین ذہبی	۴۵ کتاب الکبائر
ابن کثیر دمشقی	۴۶ البدایہ والنہایۃ
محمد فواد عبدالباقی	۴۷ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن
لفیف من المستشرقین	۴۸ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث
ابراہیم انیس وجماعۃ	۴۹ المعجم الوسیط
عبدالحفیظ بلباوی	۵۰ مصباح اللغات
الفیومی	۵۱ المصباح حنیر

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات



PRINT ART Delhi- Ph: 23634222, Fax : 23614266

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101

Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224

Email : maktabaalfaheemau@gmail.com

www.fahmeembooks.com

Rs. 70/-